فرزانہ

فرزانہ
اور
دیگر ڈرامے

از

یوسف حسن

باردوم ——— قیمت عہ
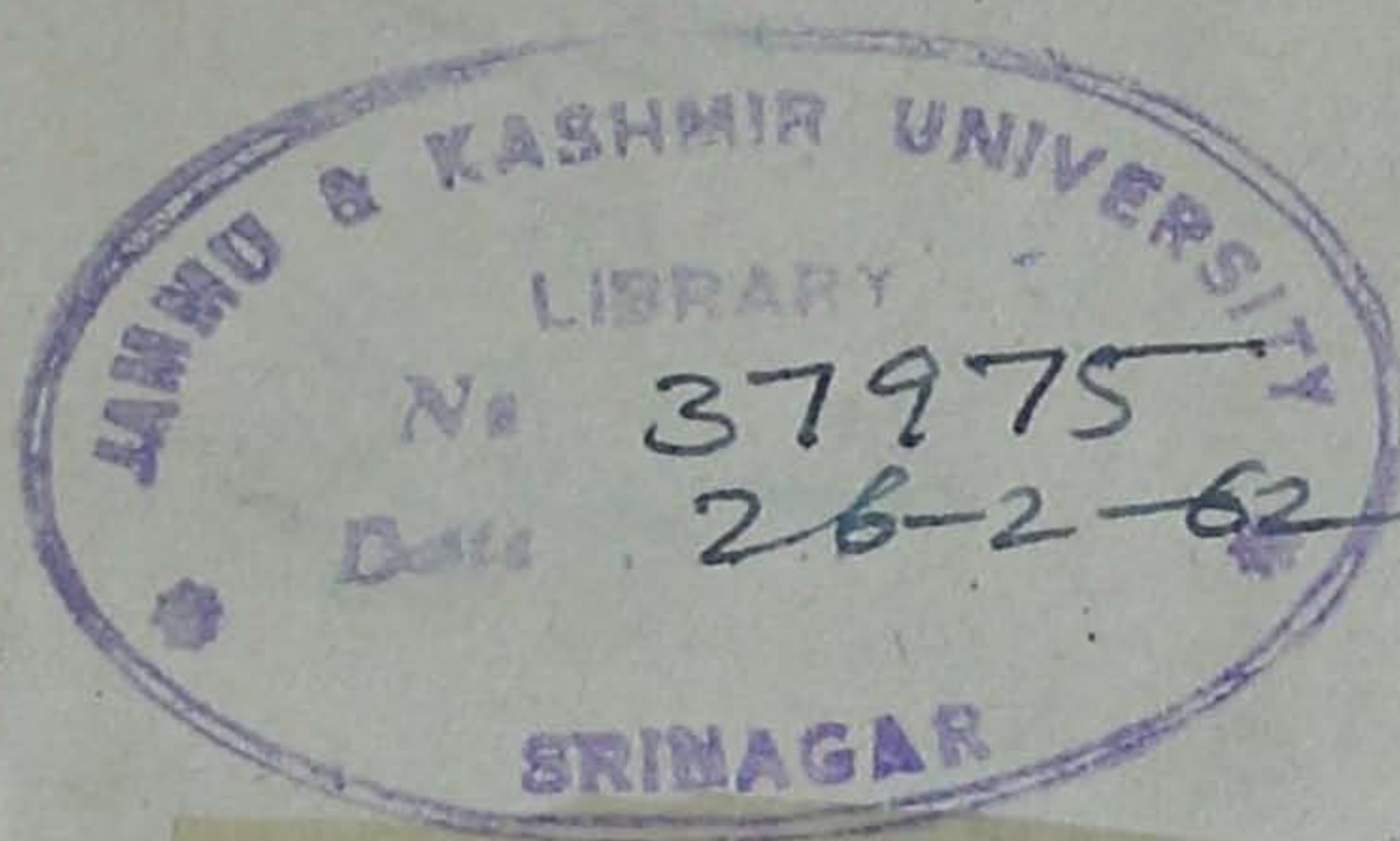
فہرست مضامین

دیباچہ

(پروفیسر تاثیر ایم اے)

ہمارے ملک میں مغربی اندازِ زندگی اسقدر مقبول ہو چکا ہے کہ اب اس مرحلہ پر اس اساسی اصول پر بحث تمحیص کہ تقلیدِ فرنگ فی حد ذاتہٖ مستحسن ہے یا غیر مستحسن محض نظریاتی تفریح کا باعث ہو سکتی ہے اس کا عملی فائدہ شاید ہی کچھ ہے۔ ہمارا لباس۔ کوٹ۔ بوٹ اور سوٹ ہو چکا ہے (پنجاب میں بڑے کٹر مولوی بھی انگریزی کاٹ کے کوٹ اور بوٹ استعمال کرنے لگے ہیں) ہماری رہائش انگریزی یا کم از کم غیر مشرقی مکانات میں ہے بنگلہ اور کوٹھی عزت کی علامت سمجھے جاتے ہیں۔ ہمارے اثاث البیت میں کرسی اور میز ضروری ہو گئے ہیں۔ جہیز میں فرنیچر کا سٹ لازمی ہو گیا۔ ریل موٹر۔ لاری تو خیر لابدی ہیں۔ ہم نے کھیل کود میں بھی کرکٹ فٹ بال اور ہاکی کو داخل کر لیا ہے۔ اور تھیٹر۔ سینما عوام کی زندگی کا جزو بن گئے ہیں غرض آب از سر گزشت کا معاملہ ہے۔ اب اس طوفانی رو کا رُخ بدلنا محال ہے۔ لیکن اتنا تو ہو سکتا ہے اور ہونا چاہیئے کہ ہم ان

تحریکات کے امیال و عواطف کو اس طرح بدل ڈالیں کہ ان سے بُرے اثرات مرتب ہونے کی بجائے خوش آیند نتائج پیدا ہو سکیں تھیٹر اور سینما کو لیجئے۔ اس وقت ہماری بیشتر تمثیلات کا رجحان بد اخلاقی اور فرقہ وارانہ کی طرف ہے بارہا جب مصنف کی نیت خراب نہیں ہوتی۔ محض حالات سے ناآگاہی اور نامطابقت کی وجہ سے بنا بنایا کھیل بگڑ جاتا ہے۔ اور مضر اثرات ظہور پذیر ہوتے ہیں۔ ایک کھیل جو عمر رسیدہ لوگوں کے لئے بے ضرر ہو۔ بچوں اور نوجوانوں کے لیے مضرر رساں ہو سکتا ہے۔

ان تمام مشکلات کا ایک حل تو یہ ہے کہ کسی ڈرامے میں کوئی اخلاقی یا غیر اخلاقی سبق یا پیغام نہ ہو۔ محض فطرتِ انسانی کی صحیح صحیح ترجمانی ہو یا محض حسن آفرینی۔ اس طرح خود بخود ایک ایسی ذہنی حالت قائم ہو سکتی ہے جس سے ہمدردی بنی نوع انسان اطمینان قلب اور سرخوشی کے جذبات پیدا ہونے لگیں۔

یا یہ کہ ایک ضابطہ بنا دیا جائے۔ جس کی رو سے محض چند مقررہ اخلاقی اسباق ہی کی ترویج ہو۔ یہ نہ ہو کہ ہندو جاتی کی تاریخ کے معدوم اوراق مہیا کرنے کے لئے اسلامی تاریخ کو بے شیرازہ بنانا ضروری سمجھا جائے یا خود اخلاقیات کی اضافی حیثیت ہر قسم کی تاویل بازی کے لئے راستہ کھول دے اور بام مارگی فرقے کے عقائد کا پرچار شدھی کی طرح مقدس تصور کیا جائے ان دونوں صورتوں میں بھی یہ ضروری ہوگا کہ بچوں اور معمر لوگوں کے لئے مختلف

ڈرامے کیئے جائیں۔ اس کی ایک صورت یہ ہو سکتی ہے کہ بعض ڈرامے کم عمر لڑکوں کے لیئے سختی سے ممنوع قرار دیئے جائیں۔ لیکن چونکہ ایسا احتساب مشکل ہوگا اور فطرت انسانی ممنوع چیزوں کی طرف زیادہ لپکتی ہے۔ ڈر یہ ہے۔ کہ یہ تشدد فائدہ کی بجائے نقصان دہ ثابت نہ ہو اس لیئے بہتر یہ ہوگا کہ محض لڑکوں کے لیئے ایسے ڈرامے تیار ہوں۔ جن میں دوسرے ڈراموں سے زیادہ کشش ہو۔ ضروری نہیں کہ یہ ڈرامے تعلیمی قسم ہی کے ہوں۔

ہمیں حکیم یوسف حسن ایڈیٹر رسالہ نیرنگ خیال کا شکر گزار ہونا چاہیے کہ انہوں نے مکالموں اور مختصر ڈراموں کا یہ ایک ایسا مجموعہ فرزانہ شائع کیا ہے۔ جس میں سے اکثر حصے معمولی ردوبدل سے طلبہ کے سٹیج پر کھیلے جا سکتے ہیں اور سب کے سب پختہ فکر لوگوں کے لیئے غایت درجہ دلپسند ثابت ہوں گے۔

ان تراجم کا سب سے بڑا فائدہ یہ ہے کہ ان کے مطالعہ سے ہماری اردو داں پبلک اور مصنفین کے لیئے ایک فنی معیار قائم ہو سکتا ہے۔ جس کی وجہ سے نئی نئی تصنیفات کا امکان پیدا ہو سکتا ہے۔ ہماری اردو مطبوعات میں اس قسم کی چیزیں معدوم تو نہیں لیکن نادر ضرور ہیں۔ لہذا ہمارے کالجوں اور دیگر ادبی ادارات کا فرض ہونا چاہیے کہ وہ

مصنف کی حوصلہ افزائی کریں۔ تاکہ وہ اس سلسلے کو قائم رکھ سکیں۔
اور دوسرے مصنفین کو بھی ترغیب ہو کہ وہ ان کے نقشِ قدم پہ چلیں۔
وما علینا الا البلاغ۔

[تاریخ ۱۴۵۳ء مقام باسفورس ترکی کا ایشیائی ساحل

وقت :- نصف شب

افراد :- سلطان محمد - وزیر اعظم - سپہ سالار - سلطان کی بیٹی فرزانہ
حسن ایک غلام ملکہ - ہمشیرہ اور سپاہی وغیرہ]

(دو ترک سپاہی پتھر کی ایک چٹان سے کمر لگائے بیٹھے آپس میں باتیں کر رہے ہیں)

پہلا - نصف شب ہو چکی - آؤ اب کمریں کھولدیں اور ذرا سستالیں -

دوسرا - آج کی لڑائی گزشتہ چھ مہینوں میں بے مثال تھی - شاید آج تیسری رات ہے - جو ہم ذرا دم لینے لگے ہیں -

پہلا - اور چند گھنٹوں کے بعد میدان جنگ کی لاشوں کو روندتے ہوئے

ہمیں پھر حملہ کرنا ہوگا۔

دوسرا۔ اتنی شدید اور طویل جنگ کے بعد بھی۔

پہلا۔ تم نہیں جانتے یہ سلطان کی عادت میں داخل ہے۔ جب فوجیں تھک کر ہار جاتی ہیں اور دونوں میں سے کسی کو بھی حملے کا گمان نہیں ہوتا۔ اس وقت ایک سخت حملہ ضرور کیا جاتا ہے

دوسرا۔ (آہ سرد بھرتے ہوئے) دیکھئے خدا فتح کا منہ کب دکھاتا ہے۔

پہلا۔ سلطان نے اپنی طرف سے کوئی کمی نہیں کی۔ توپیں دن بھر گولے پھینکتی رہتی ہیں۔ تیروں کی اتنی بوچھاڑ ہوتی ہے کہ آسمان تیرہ و تار ہو جاتا ہے۔ سرنگیں اڑائی جاتی ہیں۔ خندقوں کو پتھروں اور لاشوں سے بھر دیا جاتا ہے۔ انسانی زندگی کی پرکاہ جتنی بھی پروا نہیں کی جاتی۔ لیکن قسطنطنیہ فتح ہونے میں نہیں آتا۔ اے ربی!

دوسرا۔ دشمن بھی تو مدافعت میں کمی نہیں کرتا۔ بڑی جانبازی سے ہمارے حملوں کا مقابلہ کرتا ہے۔ تیر و تلوار۔ نیزہ و بھالہ۔ توپ و بندوق کا استعمال بڑی پھرتی سے کر رہا ہے۔ مذہبی جوش کی بھی کمی نہیں۔ ہر چند جتنی دیواریں ہم توڑتے ہیں اور جتنے شگاف کئے جاتے ہیں ـــــ وہاں عیسائی پوری طاقت کے ساتھ ہمارے مقابلہ میں ڈٹ جاتے ہیں۔

پہلا ۔ چپ چپ !! دیکھو وہ سامنے !!

دوسرا ۔ کیا ہے ؟ چند ترک سپاہی ہیں جو شاید زخمیوں کی تلاش کر رہے ہیں

پہلا ۔ ان ترک سپاہیوں میں سلطان محمد بھی ہیں ۔

دوسرا ۔ (سیدھا بیٹھتے ہوئے) یہ کیسے !

پہلا ۔ سلطان کا قد تمام سپاہیوں سے اونچا ہے ۔ دیکھو ان سپاہیوں میں جو سب سے بلند قامت ہے ۔ وہی سلطان ہے ۔

دوسرا ۔ خدا سلطان کو چشم بد سے بچائے کیا ہم بھی وہاں چلیں ۔

پہلا ۔ نہیں ! نہ معلوم سلطان کے ساتھ افسر ہوں یا وزیر یا خفیہ نویس ہوں ۔
جب تک ہمیں طلب نہ کیا جائے ہمیں اپنی جگہ نہ چھوڑنی چاہیئے ۔

(سلطان ترکی سپہ سالار سے مخاطب ہو کر)

سلطان محمد ۔ یہ جنگ یوں نہیں جیتی جا سکتی ۔

سپہ سالار ۔ ہماری فوجیں شجاعت اور مردانگی کے جو جوہر دکھا رہی ہیں اس کی دشمن بھی تعریف کرتا ہے ۔ پھر ہم ......

سلطان محمد ۔ یہ میں بھی جانتا ہوں مگر میں کہتا ہوں کہ یہ جنگ یوں نہیں جیتی جا سکتی ۔

سپہ سالار۔ کیا توپخانوں میں اضافہ کیا جائے۔ یا حملہ کسی ....

سلطان محمد۔ میں پھر کہتا ہوں کہ یہ جنگ یوں نہیں جیتی جا سکتی۔ [سلطان کی آواز میں کرختگی اور کچھ غصہ ملا ہوا تھا۔ سپہ سالار دو قدم پیچھے ہٹ کر خاموش ہو گیا۔ باقی افسر بھی دم بخود تھے۔ چاند پہاڑیوں کے اوپر سے نمودار ہوا۔ جس سے میدان میلوں تک روشن اور منور ہو گیا چاروں طرف لاشوں کے انبار لگے تھے۔ اور اس سکون میں دور سے سمندر کی لہروں کا شور کسی قدر سنائی دیتا تھا]

سلطان باسفورس کے اس پار دیکھ رہا تھا!!

سلطان محمد۔ (فقرے کو پھر دہراتے ہوئے)

"میں کہتا ہوں کہ جنگ یوں نہیں جیتی جا سکتی!!"

سپہ سالار نے دوسرے افسروں کی طرف دیکھا اور پھر کچھ سوچ کر بولا۔ تو آقا یہ فرمائیے کہ یہ جنگ کس طرح سے جیتی جا سکتی ہے

سلطان محمد۔ یوں جیتی جا سکتی ہے کہ یہ چھوٹی چھوٹی پہاڑیاں یہاں نہ ہوں یہ میدان ہو صاف اور چٹیل۔

(تمام سردار حیرت سے ایک دوسرے کا منہ دیکھنے لگے)

سپہ سالار۔ یہ تو صرف خدائے عزوجل کے کار فرما ہاتھ میں ہے کہ یہاں بلند و بالا پہاڑیاں نہ ہوتیں اور میدان ہوتا صاف اور چٹیل۔

سلطان محمد۔ خدا کا نام بلند کرنے والے مجاہد مسلمان کا ہاتھ خدا کا ہاتھ ہوتا ہے۔ دنیا کی تقدیر اس کے راستہ میں پتھر اور چٹانیں۔ پہاڑ اور سمندر حائل نہیں کر سکتی۔

(افسر باہم سرگوشی کرنے لگے۔ کیونکہ وہ سلطان محمد کا مطلب نہیں سمجھ رہے تھے)

سپہ سالار۔ بجا ارشاد ہوا۔

سلطان محمد۔ یونانیوں۔ اطالیوں۔ اور جنیوا والوں کے امدادی بیڑوں نے باسفورس کا راستہ روک رکھا ہے۔ اور ہمارے کمزور جہاز سمندر کے آس پاس بحیرۂ اسود میں بیکار پڑے ہیں۔

سپہ سالار ـــــ کیا جنگی بیڑے کو حملے کا حکم دیا جائے گا۔؟

سلطان محمد (جیسے وہ سپہ سالار کی باتیں نہیں سن رہا)

اگر ہمارے جنگی جہاز عین قسطنطنیہ کے سامنے پہنچ جائیں اور ہماری فوجیں ان جہازوں پر کود پڑیں اور قسطنطنیہ کی دیواروں پر چڑھ جائیں تو جنگ جیتی جا سکتی ہے۔

سپہ سالار۔ مگر حضور ہمارے جنگی جہاز قسطنطنیہ کے بالمقابل کب پہنچ سکتے ہیں دشمن کے بیڑے نے باسفورس کا دہانہ اپنے تمام جہازوں کو ایک دوسرے سے باندھ کر مسدود کر رکھا ہے۔ ساحلی اور جہازی توپیں بھی...

سلطان محمد۔ محاصرہ طول پکڑ رہا ہے۔ اور دشمن کی امداد کے لئے تمام یورپ سے فوجیں اُمڈی چلی آرہی ہیں۔ سمندر کے درمیان میں حائل ہونے کی وجہ سے ہر حملہ بیکار جاتا ہے اس لئے یہ ضروری ہے کہ ہمارا جنگی بیڑہ قسطنطنیہ کے بالکل سامنے پہنچ جائے۔

سپہ سالار۔ آقائے نامدار سمندر کا راستہ مسدود ہو چکا ہے

سلطان محمد۔ بحیرہ اسود سے قسطنطنیہ تک کی مسافت کتنے میل ہوگی۔

سپہ سالار۔ عالیجاہ ۲۵ میل کے قریب

سلطان محمد۔ ہمارا جنگی بیڑہ خشکی پر سے گذرتا ہوا قسطنطنیہ کے سامنے پہنچ جائے گا۔

[سپہ سالار اور افسر پھر سرگوشی کرنے میں ایک خادم کی طرف اشارہ کرتے ہیں۔ جو سرد پانی کا ایک گلاس سلطان کے سامنے لے جاتا ہے۔ سلطان گلاس کو ہاتھ میں تھام لیتا ہے۔ مگر اسکی نگاہیں دور افق کی پہاڑیوں پر جمی ہوئی ہیں]

سلطان محمد۔ یہ جنگ یوں جیتی جا سکتی ہے۔ کہ ہماری فوج کے ۵ ہزار سپاہی تلواروں اور نیزوں کی جگہ کدال اور پھاوڑے اٹھالیں۔ باسفورس کے دہانے سے لیکر قسطنطنیہ کے مقابل ساحل تک تمام پہاڑوں کو کاٹ کر ہموار میدان بنادیں۔ دو ہزار کاریگر لکڑی کے

تختے تیار کریں۔ جو اس ہموار زمین پر بچھا دیئے جائیں۔ ان تختوں پر چربی اور تیل مل دیا جائے۔ بحیرۂ اسود کے ترکی بیڑے کے ایک ایک جہاز کو زنجیروں کے ذریعے سے اوپر اٹھا کر خشکی پر لایا جائے اور ہر جہاز کو ایک ہزار سپاہی دھکیلتے ہوئے منزل مقصود تک پہنچا دیں۔ ہماری توپوں کی حفاظت میں یہ جہاز سمندر میں ڈالے جائیں گے اور ان میں سپاہی بیٹھ کر قسطنطنیہ پہ چڑھ دوڑیں ـ اور پھر انشاءاللہ اسلامی جھنڈا قسطنطنیہ پہ لہرائے گا!

[سپہ سالار اور تمام سردار خوشی سے اچھل پڑتے ہیں۔ اور سب یکزبان ہو کر کہتے ہیں۔ آقائے من بیشک جنگ یونہی جیتی جا سکتی ہے۔]

[اللہ اکبر کا ایک نعرہ بلند ہوتا ہے۔ سلطان محمد گلاس پھینک دیتا ہے اور بہ عجلت تمام اپنے خیمہ کی طرف چلا جاتا ہے]

[شاہی حرم۔ [ایک بہت بڑے خیمہ میں سلطان محمد کی بیوی اور اس کی بیٹی فرزانہ بیٹھی ہیں۔ لونڈیاں ادھر ادھر خدمت گزاری میں مصروف ہیں]

ملکہ۔ بیٹی فرزانہ ادھر آؤ۔ ہم تمہیں ایک اچھی بات سنائیں۔

[فرزانہ ۲۰ سالہ نوجوان لڑکی جو ہنوز ناکتخدا تھی۔ ایک ...

اٹھی اور اپنی والدہ کے سامنے جا کر مودب بیٹھ گئی۔

فرزانہ۔ سنائیے امی جان وہ نئی بات۔

ملکہ۔ بیٹی تم نے کبھی آج تک یہ بھی سنا ہے کہ خشکی پر جہاز چلائے گئے ہوں۔

فرزانہ۔ کبھی نہیں امی جان۔ اور نہ ہی کسی کتاب میں یہ بات پڑھی اور نہ ہی خیالی کہانیوں اور پریوں کے افسانوں میں یہ بات نظر پڑی۔

ملکہ۔ تو یہ فخر تمہارے قبلہ وکعبہ سلطان کو حاصل ہونیوالا ہے۔ آج ۳۵ ہزار سپاہی زمین کو ہموار کرنے میں مصروف ہیں۔ ایک ایک ہزار سپاہیوں کے سپرد ایک ایک مربع میل زمین کا ٹکڑا کیا گیا ہے۔ دو ہزار کاریگر لکڑی کے تختے کاٹنے اور انھیں ہموار زمین پر بچھانے میں مصروف ہیں۔ تیل اور چربی کے ہزاروں کنستر ان تختوں کو چکنا کرنے کے لئے مہیا کئے گئے ہیں۔

فرزانہ۔ اس سے کیا ہوگا

ملکہ۔ تم ابھی تک نہیں سمجھیں۔ اس سے یہ ہوگا کہ ترکی بیڑا جو بحیرہ اسود میں بیکار پڑا ہے۔ آٹھ ۵ میل خشکی پر سے کھینچ کر ہمارے سپاہی عین قسطنطنیہ کے سامنے سمندر میں ڈال دیں گے۔ اور اس کے بعد فتح یقینی ہے۔

فرزانہ۔ (فرطِ محبت سے ماں سے لپٹ جاتی ہے) سبحان اللہ
امی جان سبحان اللہ!!
یہ تو بہت بڑی خوشخبری ہے۔

ملکہ۔ دنیا کی تاریخ میں تیرے باپ کا نام نمایاں حروف میں لکھا جائیگا اور یہ فخر صرف ایک ترک بادشاہ کو حاصل ہو گا۔ کہ اس نے خشکی پر جہاز چلائے تھے۔ (فخر سے سر ہلاتی ہے)

فرزانہ۔ امی جان یہ بات سوجھی کس طرح سے۔ کسی سردار نے یہ مشورہ پیش کیا ہو گا؟!

ملکہ۔ نہیں بیٹی ایسی باتیں تیرے باپ کے ذہن میں ہی پیدا ہوا کرتی ہیں۔ وہ دن بھر میدانِ جنگ میں تلوار چلاتے اور فوجوں کو لڑاتے ہیں۔ مگر شام کے بعد جب آرام فرماتے ہیں تو نصف شب یا اس کے کچھ عرصہ بعد بیدار ہو جاتے ہیں۔ اس وقت وہ تنہائی میں اللہ کی عبادت کرتے اور کھلے میدان میں جا کر غور و فکر سے پیچیدہ گتھیوں کو سلجھایا کرتے ہیں۔ گزشتہ شب جب آسمان پر کہیں کہیں ستارے چمک رہے تھے۔ اور چاند اپنی شعاعوں سے پہاڑیوں اور میدانوں کو نمایاں کر رہا تھا۔ تمہارے باپ نے قسطنطنیہ کو فتح کرنے کے لئے یہ تجویز سوچی اور آج اس پر عمل

بھی شروع ہو گیا ہے۔ خدا ہمیں کامیابی دے۔

فرزانہ۔ آمین! میری امی! ابّا کہاں ہیں میں انھیں جا کر سلام کروں۔

ملکہ۔ وہ صبح کی نماز سے فارغ ہو کر ۳۵ ہزار سپاہیوں کے ہمراہ روانہ ہو گئے ہیں۔ افسوس کہ تم نے وہ منظر نہیں دیکھا۔ تم اُس وقت تلاوتِ قرآن میں مصروف تھیں۔

فرزانہ۔ (آہ سرد بھرتے ہوئے) اوہو۔ امی جان کتنا شاندار منظر ہوگا۔

ملکہ۔ اور نہایت نرالی قسم کا۔ تمہارے ابا جان سادے لباس میں ایک بیلچہ اٹھائے ہوئے ۳۵ ہزار سپاہیوں کے آگے آگے میدان ہموار کرنے کے لیے جا رہے تھے۔ ساری فوج کے پاس بیلچوں ہتھوڑیوں اور کدالوں کے سوا اور کوئی ہتھیار نہیں تھا۔

فرزانہ۔ اوہو۔ ابا کس قدر محنت کرتے ہیں۔

ملکہ۔ بیٹی۔ بادشاہ کی ذمہ داریاں معمولی آدمی سے کئی گنا زیادہ ہوتی ہیں۔ بادشاہ عیش و آرام کے لیے نہیں خدمت گزاری کے لئے پیدا ہوتا ہے۔ وہ ملکوں اور قوموں کی تاریخ میں انقلاب پیدا کرتا ہے اور تہذیب و تمدن کو چار چاند لگاتا ہے۔

[سلطان محمد کی ہمشیرہ داخل ہوتی ہے ایک ہاتھ میں تسبیح ہے جس کے دانے برابر گر رہے ہیں۔ چہرہ پر جھریاں پڑی ہیں۔ کمر ذرا سی خمیدہ

ہے۔ مگر چال ڈھال اور انداز سے رعب اور شان ٹپکتی ہے]

ماں بیٹیاں دونوں استقبال کے لیئے کھڑی ہو جاتی ہیں اور جھک کر سلام کرتی ہیں۔

سلطان کی ہمشیرہ - زندہ رہو بیٹیا۔ خدا تمہاری مرادیں پوری کرے اور تمہارا ایمان سلامت رکھے۔

[ہمشیرہ مسند پہ بیٹھ جاتی ہے ملکہ سامنے مؤدب بیٹھتی ہے مگر فرزانہ دوسرے خیمہ میں چلی جاتی ہے تاکہ اپنے مطالعہ میں مصروف ہو جائے]

سلطان کی ہمشیرہ - فرزانہ کدھر گئی بیٹی ؟

ملکہ - مطالعے کے کمرے میں گئی ہے۔

سلطان کی ہمشیرہ - خدا اسے پروان چڑھائے - میری بچی

ملکہ - (جس کی آنکھوں میں فرطِ محبت سے آنسو چھلک پڑے تھے) سلطان کی چہیتی بیٹی۔ اماں بی - سلطان اسے اپنے لڑکوں سے زیادہ چاہتے ہیں

ہمشیرہ - کیوں نہ چاہیں بیٹی - بیٹی گھر کی عزت اور رونق ہے - اب تو ماشاءاللہ جوان ہو گئی ہے - بہت جوان - اسکی شادی بیاہ کی فکر ہونی چاہیئے۔

ملکہ سلطان کو فکر ؟ انہیں تو قوم - ملک - مذہب اور جہاد کے سوا اور کسی بات کی فکر نہیں۔

ہمشیرہ - میری بچی فرزانہ !

ملکہ۔ مگر اس سے آپ یہ نہ سمجھیں کہ سلطان کو فرزانہ کا مطلقاً خیال نہیں
وہ جنگ کے ایام میں بھی جبکہ انہیں ذرہ برابر فرصت نہیں ہوتی
جب تک ایک بار فرزانہ کو بلا کر اسے پیار نہ کر لیں اور اسکی خیریت
دریافت نہ فرمالیں۔ کھانا نہیں کھاتے۔ بلکہ بیشتر اپنے ساتھ ہی
دستر خوان پہ کھانا کھلاتے ہیں۔

ہمشیرہ (سر ہلاتے ہوئے) میری بچی فرزانہ! مگر اس کے نکاح کی کہیں
بات چیت بھی ہے۔

ملکہ - اپنے عزیز بادشاہوں میں سے فرعانہ اور تاتار کے ولیعہدوں کی
طرف سے پیام آچکے ہیں۔ مگر سلطان نے منظوری نہیں دی - باقی
بڑے بڑے بادشاہ جو قرابت دار نہیں ہیں۔ سلطان کو پیغام بھیجنے
کی جرأت نہیں کرتے -

ہمشیرہ۔ ہاں ہاں تو فرعانہ اور تاتار کے شہزادے کیا کسی سے کم ہیں۔
صورت میں عز و جاہ میں چال چلن میں پھر اُن میں سے کسی کو انتخاب
کر لیا ہوتا!

ملکہ۔ سلطان انہیں پسند نہیں کرتے وہ فرماتے ہیں کہ میری بیٹی فرزانہ
کے لیئے جس قسم کا بَر چاہیئے وہ اس معیار میں پورے نہیں اترتے
فرزانہ کی شادی بیاہ کا مسئلہ آپ جیسے بزرگوں کے ہوتے ہوئے

اور کون حل کر سکتا ہے۔

ہمشیرہ۔ میری پیاری۔ میری بچی فرزانہ۔ میرا بھائی محمد۔

شاہی دربار

[ایک وسیع خیمہ کے نیچے ایک ہزار کے قریب فوجی افسر اور عمّالِ سلطنت جمع ہیں۔ سلطان محمد ایک زریں تخت پر سامنے تلوار رکھے بیٹھے ہیں۔]

سلطان محمد۔ سب تیاریاں مکمل ہیں؟

سپہ سالار۔ جہاں پناہ۔ ہر چیز کیل کانٹے سے درست ہے جب آپ کے اشارے سے خشکی پر جہاز چل سکتے ہیں تو قسطنطنیہ کو فتح کرنے میں اب کوئی رکاوٹ باقی نہیں رہی۔

ایک سردار۔ ہمارے جہازوں کا اس طرف پہنچ جانا گویا قسطنطنیہ کی دیواروں تک پہنچنے کا راستہ مل جانا ہے۔ اب یونانی زیادہ دیر مقابلہ نہ کر سکیں گے۔

سپہ سالار۔ آج کے حملے میں انہوں نے بڑی سختی سے مدافعت کی ہے جس کی وجہ سے ہمارا نقصانِ جان بہت زیادہ ہوا۔

دوسرا سردار۔ جس قدر نقصان ون بھر کے حملوں میں ہم پہنچاتے ہیں۔ دشمن رات بھر میں پھر اس کو پورا کر لیتا ہے اور صبح پھر ہمیں از سر نو

محنت کرنی پڑتی ہے اور یہی سلسلہ برابر چلا جاتا ہے۔

سلطان محمد۔ (سپہ سالار کی طرف مخاطب ہو کر) اب ہماری فوج کی مجموعی قوت ایشیائی ساحل پر کس قدر ہے۔

سپہ سالار۔ صرف ایک لاکھ بیس ہزار۔ تیس ہزار شہید اور دس ہزار زخمی ہو چکے ہیں

سلطان۔ بہت خوب۔ آج اور کل کا دن اس لڑائی کا آخری دن ہے۔ تمام سردار میدان جنگ کی طرف روانہ ہوں۔ صرف سپہ سالار اور وزیر اعظم مشورہ کے لئے یہاں ٹھہریں۔

تمام سردار کھڑے ہو جاتے ہیں اور اپنی اپنی رجمنٹوں میں شامل ہونے کے لئے چلے جاتے ہیں۔

سلطان (وزیر اعظم اور سپہ سالار سے مخاطب ہو کر) آج صرف ایک لاکھ فوج حملہ کے لئے بھیجی جائے اور ۲۰ ہزار سپاہیوں کو حکم دیدیا جائے کہ آنیوالی رات کو وہ جنگ کے لئے تیار رہیں۔ اس لئے دن بھر آرام اور چین سے سوئیں۔ اس فوج کے لئے رات کو روشنی کا مناسب انتظام کیا جائے۔ جب فوجیں میدان جنگ سے لوٹیں تو ۲۰ ہزار سپاہی رات کی تاریکی میں حملہ کریں اور دشمن کو رات بھر جنگ میں مصروف رکھیں تاکہ وہ دیواروں کی مرمت نہ کر سکے۔

سپہ سالار۔ بہت بہتر میرے آقا۔

سلطان۔ اس شبخون سے دشمن رات بھر پریشان رہے گا۔ اور دوسرے دن جب ہماری تازہ دم ایک لاکھ فوج اس پر حملہ کرے گی تو تاب مقاومت نہ لا سکے گا۔ اعلان کر دو کہ کل جو شخص سب سے اوّل قسطنطنیہ پر چڑھے گا اور اسلامی علم گاڑ دے گا۔ اُسے قونیہ کی حکومت بخش دی جائے گی اور شاہی خاندان میں اُس کے حسب منشا شادی کا انتظام ہوگا۔

وزیر اعظم۔ میرے آقا۔ اس انعام و کرام کا اعلان ابھی کر دیا جائے گا۔ خدا ہمارے قدردان اور فیاض بادشاہ کو فتح و کامرانی بخشے۔

دوسرے دن صبح ایک لاکھ ترک ایشیائی ساحل سے قسطنطنیہ پر حملہ آور ہوئے۔ رات بھر یونانی فوج مصروف پیکار رہی تھی۔ اُن کی آنکھوں تلے اندھیرا چھا رہا تھا۔ ان کے بازو شل ہو گئے تھے۔ ان کے سامان حرب کے ذخائر میں کمی ہو رہی تھی۔ اس وقت تازہ دم ایک لاکھ ترک اجل کی طرح سے آن پہنچے۔ سیڑھیاں لگا دی گئیں۔ اوپر سے اُبلتا ہوا سیسہ اور بڑے بڑے پتھر پھینکے جا رہے تھے۔ کئی بار سیڑھیاں لگائی گئیں اور کئی بار ہزاروں آدمی آگ و خون میں نہاتے ہوئے شہید ہو گئے مگر کوئی شخص دیوار کے اُس پار نہیں پہنچ سکتا تھا۔ سلطان محمد پر ابلق گھوڑا دوڑاتے ہوئے مسلمانوں کا دل بڑھا

رہے تھے۔ کبھی وہ ادھر سے ادھر جاتے۔ کبھی سپاہیوں کا دل بڑھاتے۔ کبھی خود دشمن پر حملہ کر دیتے۔ تو میدانِ جنگ میں زیادہ سرگرمی اور تیزی پیدا ہو جاتی تھی۔

۱۱ بجے کے قریب سلطان محمد نے دیکھا کہ انہوں نے سیڑھیاں لگائی گئی ہیں اور ایک غلام حسن نامی ۳۰ جوانوں کی جمعیت لے کر سیڑھیوں پر چڑھنے کی کوشش کر رہا ہے۔ چاروں طرف سے ترک اس کی امداد کو اُٹھ پڑے۔ گھمسان کا معرکہ ہوا۔ اوپر سے تیر چل رہے تھے سب پھینکا جا رہا تھا۔ حسن کے کئی ہمراہی آدھی دیوار تک پہنچ کر ختم ہو گئے مگر حسن برابر ایک سیڑھی پر چمٹا ہوا تھا۔ ایک ہاتھ میں ترکی علم ایک میں بہت بڑی ڈھال جس سے وہ اپنا تمام جسم چھپائے ہوئے تھا۔ دانتوں میں اپنی تلوار پکڑے برابر آہستہ آہستہ اوپر چڑھ رہا تھا۔ کئی بار وزنی پتھر اس کی ڈھال پر پڑے۔ وہ ان پتھروں کے ساتھ لڑھکتا لڑھکتا بچا۔ اس کے بازوؤں کی مچھلیاں اور پٹھے پسینہ میں تر اور دور سے نظر آ رہے تھے۔ وہ پسینے میں نہایا ہوا تھا۔

حسن بہت بلند قامت تھا اور بڑا قوی ہیکل۔ کم از کم وہ دس جوانوں سے اکیلا لڑ سکتا تھا۔ بڑے بڑے پتھر اس کے بازوؤں کو شکست نہ دے سکے۔ اسکی ڈھال اس کی حفاظت کر رہی تھی۔ اور وہ برابر آہستہ

فرزانہ

آہستہ دیوار پر چڑھ رہا تھا۔

سلطان محمد کی نظریں اس پر پڑیں۔ اب وہ دیوار سے صرف چند گز کے فاصلے پر تھا۔ سلطان نے حکم دیا کہ اس مقام سے دوسرے قریب کے مقامات کی سیڑھیوں پر فوجی از سر نو یلغار کریں تاکہ یونانی اُدھر متوجہ ہوں۔ تو شاید اس جانباز سپاہی کو اوپر چڑھنے میں کامیابی حاصل ہو جائے فوراً حکم کی تعمیل کی گئی۔ ترک اللہ اکبر کے نعرے لگاتے ہوئے پھر سیڑھیوں پر چڑھنے لگے۔ یونانی چاروں طرف سے جمع ہو کر اُن کے مقابلہ میں ڈٹ گئے یکایک حسن نے دیوار کے قریب پہنچ کر ایک جست کی اور وہ دیوار کے اوپر تھا۔ اس نے ترکی جھنڈا گاڑ دیا۔ اور اللہ اکبر کا ایک ایسا فلک شگاف نعرہ لگایا کہ آج تک قسطنطنیہ میں پانچ وقت اللہ اکبر (خدا بہت بڑا ہے) کا نعرہ پانچ وقت سُنایا جاتا ہے۔

حسن کے جھنڈا گاڑتے ہی اس کے دس بارہ ہمراہی بھی اوپر جا پہنچے۔ اِن کے پہنچنے تک حسن کو کئی درجن یونانی سپاہیوں سے اکیلے مقابلہ کرنا پڑا۔ وہ بیحد قوی اور دلیر تھا۔ ایک ہاتھ میں ڈھال لئے ہوئے اور دا ہنے ہاتھ میں تلوار اٹھائے ہوئے وہ بجلی کی طرح دشمنوں میں کوند رہا تھا۔ جب اس کے ہمراہی آن پہنچے تو جنگ کا نقشہ ہی بدل گیا۔ یونانی اپنی جانیں بچا کر بھاگنے لگے۔ شہر کے دروازے کھول دیئے گئے۔ اور

سلطان محمد فاتح کی حیثیت سے قسطنطنیہ میں داخل ہوا۔

شاہی حرم سرا کا دروازہ

دروازہ کے باہر حسن خلعتِ فاخرہ پہنے کھڑا ہے سپہ سالار اور دیگر سردار اُس سے باتیں کر رہے ہیں۔

سپہ سالار۔ حسن تم شاہی انعام و اکرام کے مستحق ہو۔ آج تمہیں یہ فخر حاصل ہوا ہے کہ تمہارے ساتھ سلطان محمد بغل گیر ہوا۔ اور اس نے تمہاری پیشانی پر بوسہ دیا۔

ایک سردار۔ اب تم قونیہ کے بادشاہ ہو۔

دوسرا سردار۔ اور تمہاری شاہی خاندان میں شادی ہوگی۔

سپہ سالار۔ لیکن تمہارا مطالبہ کسی قدر گستاخانہ نوعیت کا ہے۔!

حسن۔ یعنی

سپہ سالار۔ تم نے شاہی خاندان کی لڑکیوں میں سے سلطان کی بیٹی سے شادی کی خواہش کی ہے!

حسن۔ جب مجھ سے پوچھا گیا کہ شاہی خاندان کی تمام نا کتخدا بالغ لڑکیوں میں سے کسی ایک سے تمہاری شادی ہو سکتی ہے۔ تو میں بادشاہ کی بیٹی کو ان تمام میں بہتر و افضل سمجھتا ہوں۔

سپہ سالار۔ چپ رہو۔ گستاخ (تلوار کھینچ لیتا ہے)

(حسن بھی تلوار کو میان سے نکال لیتا ہے۔ سلطان محمد حرم سرا سے باہر نکلتا ہے۔ دونوں اپنی اپنی تلواریں میان میں ڈال لیتے اور مودب ہو جاتے ہیں)

سلطان محمد (سپہ سالار کی طرف غصہ سے دیکھتے ہوئے) میرے خانگی معاملات کے متعلق یوں سرعام گفتگو کرنا تمہیں زیبا نہیں۔

(حسن سے) آپ سب لوگ ساتھ کے خیمہ میں آرام کیجئے۔ میں ابھی آپ لوگوں کو بلواتا ہوں (سلطان پھر حرم سرا میں داخل ہو جاتا ہے۔

[سلطان محمد مسند پر بیٹھا ہے۔ سامنے ہمشیرہ اور ملکہ بیٹھی ہیں۔ سلطان کے چہرہ پر فکر و تشویش کے آثار ظاہر ہوتے ہیں]

ہمشیرہ۔ بھائی اس فتح و مسرت کی گھڑی میں آپ کا فکرمند ہونا تعجب خیز ہے۔

سلطان محمد۔ میں اپنے ایک اعلان یا قول و قرار کی پابندی کے لئے پریشان ہو رہا ہوں۔

ہمشیرہ۔ کیسا قول و قرار

سلطان محمد۔ جس بہادر مسلمان نے قسطنطنیہ پر سب سے اول اسلامی

جھنڈا اگاڑا تھا۔ وہ شاہی خاندان میں شادی کرے گا۔

ہمشیرہ۔ کس کے ساتھ۔

سلطان محمد۔ وہ فرزانہ سے شادی کرے گا۔

ملکہ۔ میری بچی فرزانہ

ہمشیرہ۔ وہ ہے کون۔

سلطان محمد۔ ایک مسلمان سپاہی۔

ہمشیرہ۔ کس خاندان سے۔

سلطان محمد۔ غلام تھا۔ آج سے ۵ سال قبل آزاد کیا گیا۔ فوج کے ایک
معمولی دستہ کی کمان اس کے سپرد تھی۔

ہمشیرہ۔ ادنےٰ خاندان سے ہے۔

سلطان محمد۔ مگر مسلمان ہے اور سوا لاکھ جانباز مجاہدین میں اس کا ثانی
نہیں۔

ہمشیرہ۔ شکل وصورت سن و سال

سلطان محمد۔ پچیس سال عمر ہوگی۔ کالی رنگت۔ بلند قامت شہزور اتنا کہ
فصیل پر سے پھینکا ہوا پتھر اپنے بازو پر روک سکتا ہے۔ اور دس
بیس آدمیوں سے اکیلا لڑ سکتا ہے۔

ہمشیرہ۔ بہت سا زر و جواہر اور کسی دور دراز علاقہ کی حکومت سے

فرزانہ

یہ مسئلہ بہ آسانی حل ہو سکتا ہے۔
سلطان محمد۔ زر و جواہر وہ پا چکا اور قونیہ کا بادشاہ بنا دیا گیا ہے
لیکن رخصت ہونے سے قبل وہ فرزانہ سے شادی کا طلبگار ہے
ہمشیرہ۔ اتنی جراٗت!
سلطان محمد۔ ہمارے اعلان کے بعد اُس نے حق کا مطالبہ کیا ہے۔
ملکہ۔ میری بچی کا کیا ہوگا۔
سلطان محمد۔ وہ ایک بہادر مسلمان کی بیوی ہوگی۔ جو قونیہ کا بادشاہ
ہوگا۔ اور بس۔
ملکہ۔ میری بچی ایک کالے کلوٹے حبشی غلام سے شادی نہیں کرے گی۔
وہ اِس پر موت کو ترجیح دے گی۔
سلطان محمد۔ کیا تمہیں ایک مسلمان بادشاہ کے قول و قرار کا کچھ بھی خیال نہیں۔
ملکہ۔ مگر میری بچی فرزانہ کیسے اس کو تسلیم کرے گی۔
سلطان محمد۔ اس میں میری عزّت اور ذلّت کا سوال ہے۔ میری زندگی
اور آرام صرف فرزانہ کے فیصلہ پر موقوف ہے۔!!
[پردوں کو جنبش ہوتی ہے اور فرزانہ جھٹ سامنے آجاتی ہے
ہمشیرہ۔ ملکہ اور سلطان محو حیرت رہ جاتے ہیں۔ وہ سمجھ جاتے ہیں کہ
فرزانہ نے تمام گفتگو سُن لی ہے۔ تینوں سر جھکائے خاموش ہیں]۔

فرزانہ۔ میرے آقا۔ میرے سلطان۔ خدا کے پاک نام پر جب آپ نے ایک وعدہ کیا۔ ایک اعلان فرمایا۔ تو مجھے خدا کی مرضی پر سر جھکا دینا چاہیئے۔ آپ فکر مند کیوں ہیں۔ فرزانہ آپ کی بچی ہے۔ وہ ایک مسلمان مجاہد کی غلامی میں جانا اپنا فخر سمجھے گی۔ اسلام میں کالے اور گورے کی تمیز نہیں۔ میں اس حبشی غلام کو اپنے سر کا تاج سمجھوں گی۔ اور اس کی خدمت گذاری میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہ کروں گی۔ میرے لئے یہی فخر ہے کہ میرا شوہر وہ جانباز مسلمان مجاہد ہے جس نے سب سے اوّل قسطنطنیہ پر جھنڈا گاڑا تھا۔

سلطان محمد کی آنکھوں سے فرطِ محبت سے آنسو بہنے لگتے ہیں۔ وہ اُٹھ کر فرزانہ کو گلے سے لگا لیتا ہے۔ اس کی پیشانی پر بوسہ دیتا ہے اور کہتا ہے

سلطان محمد۔ بیٹی تو واقعی فرزانہ ہے۔ یہ لے میرا خنجر میں تجھے بخشتا ہوں۔ دنیا کے جوہریوں کی نظروں میں اسکی قیمت سلطنت کا خراج اور میری نگاہ میں یہ ایک تحفہ ہے۔ جس کے ساتھ عقد کرنے کے بعد دنیائے اسلام کی تمام فوجیں تیرے ہمرکاب ہو نگیں اور لاکھوں مسلمانوں کی دعائیں تیرے لیئے اللہ سے رحمتیں لائیں گی تُو نے باپ کے وعدہ کو پورا کرنے کے لیئے جس خلوص سے قدم

پڑھایا ہے۔ اللہ تجھے اس کا نیک بدلا دیگا۔

[سلطان محمد اپنی بھتیجی کی دونوں بغلوں میں ہاتھ دے کر اٹھا لیتا ہے۔ اس کی پیشانی چوم لیتا ہے پھر اپنی دستار کا طرہ اور موتیوں کی مالا اتار کر اس کے گلے میں ڈال دیتا ہے اور خوشی خوشی خیمہ سے باہر نکل جاتا ہے]

پردہ (طبع زاد)

فرعون اور ملکۂ سبا

(سڈنی یوکس کے ایک ڈرامہ کا آزاد ترجمہ)

حکمت سلیمان کی پیروڈی!

[مصر کے بادشاہ فرعون کی ملاقات کے لئے یمن کی ملکۂ سبا جاتی ہے۔
شاہ مصر ملکہ کے استقبال کے لئے احکام نافذ کر رہے ہیں!]

فرعون (اپنے وزیر سے) ملکۂ سبا کے پاس کتنے اونٹ ہیں؟

وزیر۔ عالیجاہ ملکہ کے پاس ایک ہزار بیس اونٹ ہیں۔

فرعون۔ اس صورت میں ملکہ کے استقبال کے لئے دو ہزار اونٹ بھیجے جائیں۔

وزیر۔ عالیجاہ۔ میں اس سے پیشتر ہی دو ہزار اور اسی اونٹ اسی غرض کے لئے بھیج چکا ہوں۔

فرعون اور ملکۂ سبا

فرعون۔ تم ایک شیطان ہو۔ کیا تم یہ چاہتے ہو کہ وہ یہ خیال کرے کہ ہمارے پاس بس اسی قدر ہے۔ میرے خیال میں اسّی اونٹ اور بھیڑ و۔ اور ایک سو رتھ بھی۔ اور ملکہ کے شہنائی نوازوں اور ڈھول پیٹنے والوں کی تعداد کس قدر ہے؟

وزیر۔ جناب عالی وہ تین جماعتوں پر منقسم ہیں۔ ہر جماعت میں ۶۰ آدمی ہیں۔

فرعون۔ اور ہمارے پاس۔

وزیر۔ جناب میں حکم دے چکا ہوں کہ شہر بھر سے تمام باجے والے جمع کر لئے جائیں۔ ان کی تعداد ۱۰۴۱ ہے۔ یہ شاہی محل اور دربار کے سامنے والے میدان میں ۸۰۔ ۸۰ آدمیوں کی جماعت میں تقسیم کر کے کھڑے کئے جائیں گے۔

سوفارہ (شاہ مصر کا معتمد خاص) مگر کیا وہ تمام آداب موسیقی سے آگاہ ہیں؟

فرعون۔ ہاں ہاں کیا وہ تمام کے تمام ایک طرز بجا سکیں گے؟

وزیر۔ عالیجاہ۔ کچھ نہ کچھ آواز میں تو وہ نکال ہی سکیں گے۔ اور مطلب تو رعب...

فرعون۔ شاباش! تم اپنا فرض خوب ادا کر رہے ہو۔ میرے وزیر!! اگر ملکۂ سبا کا یہ خیال ہے کہ وہ ہمیں اپنے ساز و سامان سے مرعوب کر سکتی ہے۔ تو اس کی غلطی اُس پر ظاہر کر دینی چاہیئے۔ کیا دعوت کا سامان تیار ہے؟

فرعون اور ملکہ سبا

وزیر - ہر چیز تیار ہے میرے آقا - دعوت ایسی شاندار ہوگی کہ شاید حضرت سلیمان کی وہ دعوت جس میں جنوں اور پریوں نے حصّہ لیا تھا - مات پڑ جائے گی ۔

فرعون - یقیناً - اور میرے وزراء ؟

وزیر - وہ آپ کی خوشنودی طبع کے لئے منتظر کھڑے ہیں ۔

فرعون - اور ساقی -

وزیر - سب تیار ہیں -

فرعون - اور طلائی جام -

وزیر اعظم - بالکل نئے طلائی جام بنوائے گئے ہیں ۔

فرعون - اور مجلس استقبالیہ

وزیر اعظم - عالیجاہ وہ صدر دروازہ کے باہر منتظر کھڑی ہے

فرعون - اوہ - یہ مناسب نہیں - انہیں حکم دو کہ وہ گھوڑوں پر سوار ہو کر پیشوائی کے لئے جائیں ۔

وزیر اعظم - عالیجاہ تو پھر صدر دروازہ کے سامنے کون استقبال کریگا ؟

فرعون - تم - میرے وزیر - تم صدر دروازہ کے سامنے استقبال کرو ۔

وزیر اعظم - ہیں ! ؟ لیکن میرے آقا -

فرعون - لیکن ویکن کچھ نہیں - تم میری باد رفتار گھوڑی لے جا سکتے ہو ۔

وزیراعظم۔ لیکن میرے آقا آپ کو علم ہے کہ میں کوئی اچھا سوار نہیں ہوں۔
فرعون۔ کچھ پرواہ نہیں۔ وہ ایک نرم مزاج جانور ہے۔ تم میرے حفاظتی دستہ کے چالیس جوان بھی اپنے ہمراہ رکھو
وزیراعظم۔ بہت اچھا میرے آقا۔
فرعون۔ جاؤ۔ بس اب جاؤ۔ اور میرے احکام کی تعمیل کرو۔
وزیراعظم۔ لیکن میرے آقا یہ کاغذات آپ کی مہر اور دستخطوں کے محتاج ہیں۔
فرعون۔ انہیں میرے سیکرٹری سوفار کو دے دو۔ تم جانتے ہو کہ میں اس وقت بہت مصروف ہوں اور کاغذات پر مہر نہیں لگا سکتا۔
وزیراعظم۔ بہت خوب میرے آقا۔

[کاغذات سیکرٹری کو دے دیتا ہے۔ جھک کر آداب بجالاتا ہے اور چلا جاتا ہے]

۲

[فرعون محل کے اندرونی حصہ میں اپنی درجنوں بیویوں اور کنیزوں کے ساتھ بیٹھا ہوا ہے ایک بیوی اس کی داڑھی میں کنگھی کر رہی ہے]

فرعون۔ اوہ۔ میرے بال دُکھتے ہیں۔
بیوی۔ اگر آپ آرام سے بیٹھے رہیں تو مطلق تکلیف نہ ہوگی۔ آپ اپنے سر

کو ہلائے جاتے ہیں۔
فرعون۔ میں اپنے سر کو کیسے ہلنے جلنے سے محفوظ رکھ سکتا ہوں۔ کیوں
سوفار؟ جبکہ مجھے اتنے زیادہ کاموں پر توجہ دینی پڑتی ہے۔
سوفار۔ بیشک میرے آقا۔
فرعون۔ کیا تم نے میری تقریر تیار کر لی ہے؟
سوفار۔ یہ ہے میرے آقا (وہ کاغذات کا ایک دستہ پیش کرتا ہے)
فرعون۔ اسے پڑھو۔
سوفا۔ پلندہ کھول کر پڑھنا شروع کرتا ہے
"خدا کی حکمت عملی پردہ پوشی میں مضمر ہے لیکن بادشاہوں کی عزت
اِسی میں ہے کہ وہ تحقیق و تفتیش کو بروئے کار لائیں"
فرعون۔ اِس کا کیا مطلب ہے!
سوفار۔ میرے آقا اس کا مطلب یہ ہے کہ اس کے سوالات یا ایسے کیسے ہی
ادق کیوں نہ ہوں آپ جواب دے سکیں گے۔
فرعون۔ میں؟ تم اِن کا جواب دو گے!
سوفار۔ میرے آقا یہ صحیح ہے کہ میں اِن کا جواب دوں گا۔ مگر وہ آپ
کی طرف سے ہوگا۔ اور آپ کے علم و دانش کی شہرت میں اضافہ کریگا۔
فرعون۔ تم بہت اچھے لڑکے ہو۔ میرا خیال ہے کہ میں تمہاری تنخواہ میں

اضافہ کردوں - اچھا آگے پڑھو -

سوفار - میری نصائح سنیئے جو سیم کے انباروں سے بہتر اور میرے علم سے مستفید ہوجیئے جو طلاسے قیمتی ہے میری حکمت جواہرات سے بہتر اور دنیاوی عیش و عشرت کی وہ تمام چیزیں جنکی انسان خواہش کرتا ہے وہ دانائی کے ایک فقرے کے مقابلہ میں ہیچ ہیں -

فرعون - صحیح بالکل صحیح - لیکن میری نصائح کیا ہیں ؟

سوفار - میرے آقا پانچ نئی ضرب المثلیں !

فرعون - بہت خوب ! لوگ ایک اچھی ضرب المثل سے بہتر کسی چیز کو نہیں سمجھتے - اچھا آگے پڑھو -

سوفار - مثلاً کم تولنا خدا کا قہر ہے - اور پورا تولنا خدا کا انصاف ہے

فرعون - کیا اس سے ہمارے ملک کے بنیئے ناراض نہ ہوجائیں گے ؟

سوفار - لیکن میرے آقا ہر بنیا یہی سمجھے گا کہ اس ضرب المثل کی زد اس کے ہمسائے پر پڑتی ہے

فرعون - خوب ! آگے پڑھو -

سوفار - کون ہے جو ایک نیک عورت پا سکتا ہے ؟ کیونکہ وہ جواہرات سے بھی قیمتی ہے

فرعون - کون ایک نیک عورت حاصل کر سکتا ہے - سوفار ؟

سوفار۔ حضور اعلیٰ جناب

فرعون۔ جب میں یہ فقرہ پڑھوں تو تم غور سے ملکہ سبا کے چہرے کو دیکھنا۔ اُسوقت یا تو سرخی کی ایک لہر اُس کے چہرے پہ دوڑ جائیگی یا وہ آنکھیں جھکا کر زمین کی طرف دیکھنے لگے گی! اور دیکھو تمارا آرام اور توجہ سے۔

[فرعون کی بیوی تمار اُس کے بائیں ہاتھ کی انگلیاں چٹخا رہی تھی۔]

تمار (آہ سرد بھرتے ہوئے) میرے آقا معاف کیجئے۔ کیونکہ میں رو رہی تھی اور آنسوؤں کے تاروں نے میری آنکھوں کو اندھا کر دیا تھا۔

فرعون۔ رو رہی تھیں؟ کس لئے؟

تمار۔ اس لئے کہ یہ عورت آپ کے پاس آرہی ہے!

فرعون۔ تمہاری مراد ملکہ سبا سے ہے؟

تمار۔ (روتے ہوئے) جی حضور۔

فرعون۔ تمہیں سبا سے کیا تعلق!

تمار۔ مجھے اس معاملہ سے پورا پورا تعلق ہے میرے آقا! میں آپکی تیسری بیوی ہوں اور مجھے امید تھی کہ ایک نہ ایک دن میں آپ کی منظور نظر بن جاؤنگی۔ میں نے آہستہ آہستہ آپکے دل میں کچھ نہ کچھ جگہ پیدا کر لی اور اب یہ نئی عورت ...... (تمار زار و قطار

روئے لگتی ہے اور اس کے ساتھ نباامی بھی شامل ہو جاتی ہے۔)

نباامی۔ (روتے ہوئے) کیا یہ میرے لئے انتہائی مصیبت نہیں؟ مجھے منظورِ نظر بیویوں کے حلقہ سے جدا کر دیا گیا ہے۔ ایک سال بعد ضرور میں تمہاری کی جگہ حاصل کر لیتی۔ لیکن اب (پھوٹ پھوٹ کر روتی ہے)

[کثرتِ غم و اندوہ سے اس کی زبان بند ہو گئی اور سوائے رونے کے وہ اور کچھ نہ کہہ سکی]

امینہ۔ تمہیں رونے دھونے کی کوئی ضرورت نہیں۔ میری طرف دیکھ۔ کئی سال کی اطاعت و فرمانبرداری کے بعد میں منظورِ نظر حلقہ میں پہنچی ہوں اور اس شان سے رہنے سہنے لگی ہوں جس کی کہ میں مستحق تھی۔ اب یہ نئی عورت پردہ غیب سے نمودار ہو پڑی ہے اور میرا خاوند فوراً شادی کر لینے پر مستعد ہو جاتا ہے۔ جبکہ اس نے اسے دیکھا بھی نہیں۔

[فرعون سے مخاطب ہو کر) افسوس تم ظالم ہو۔ بے رحم ہو۔ یہ عیب کچھ شرمناک ہے

[امینہ بھی اپنے آنسو نہیں روک سکتی۔ اب تینوں رونے میں مشغول ہو جاتی ہیں]

فرعون۔ اے ہے۔ بس بس۔ اگر میں ایک بیوی اور انتخاب کر رہا ہوں تو یہ میرا ذاتی فعل ہے۔ کیوں نا سوفار؟

(اس پر تمام عورتیں زیادہ بلند آواز سے رونے لگتی ہیں)

سوفار۔ بیشک میرے آقا۔ اتنی عورتوں میں ایک کا اضافہ یا کمی کچھ بھی معنی

نہیں رکھتا۔

فرعون - بالکل صحیح۔ بس بس سوفارہ۔ تقریر مجھے دیدو۔

سوفارہ - بہت اچھا میرے آقا۔

فرعون (عورتوں سے)، رک جاؤ۔ میرے لئے پانی لاؤ۔

[تمارہ اور نیاسی پانی کا ایک بڑا ابریق لاتی ہیں۔ فرعون اپنی انگوٹھی جس پر شاہی مہر کا نشان ہے اتار کر آمینہ کے ہاتھ میں دیتا ہے۔ پانی میں ہاتھ دھوتا اور تولیہ سے خشک کرتا ہے۔ سوفارہ کاغذات کا پلندہ لئے کھڑا ہے جس پر شاہی مہر لگائی جائے گی]

فرعون - تولیہ ایک طرف پھینکتے ہوئے آمینہ۔ میری مہر!

(آمینہ انگوٹھی بادشاہ کے حوالے کرتی ہے جو اسے انگلی میں پہن لیتا ہے)

فرعون سوفارہ سے مخاطب ہو کر۔ کیا یہ کاغذات ضروری ہیں؟

سوفارہ - شاہ مصر کا کوئی کام اہمیت سے خالی نہیں۔

فرعون - آہ - ہا - خوب!

سوفارہ - (کاغذات پیش کرتے اور مہر لگاتے ہوئے) یہ اعلان دریا پار کے باشندوں کے نام ہے۔

[باہر سے شہنائی اور ڈھول کی آواز سنائی دیتی ہے]

فرعون - کچھ پروا نہیں۔ تمہیں یقین ہے کہ یہ سب کاغذات درست ہیں۔

سوفار۔ بالکل میرے آقا۔

فرعون۔ [یکے بعد دیگرے جتنی جلدی وہ کاغذات پر مہر لگا سکتا ہے
بغیر پڑھے ہوئے لگاتا جاتا ہے]
ایک مصروف بادشاہ کو کچھ نہ کچھ بھروسہ اپنے وزراء پر بھی کرنا چاہیے
کیوں ہے نا صحیح سوفار!

سوفار۔ صحیح فرمایا۔ میرے آقا۔

فرعون (آخری کاغذ پر مہر لگاتے ہوئے) یہ لو۔ یہ ختم ہوا! اور اب اس
کے بعد!! (آہ سرد بھرتے ہوئے) ایک بادشاہ کا کام کبھی ختم نہیں ہوتا
(باجوں کی پھر آواز آتی ہے)

ایلیسہ۔ اس وقت آپ کو تخت پر متمکن ہونا چاہیے تھا۔

فرعون۔ ہاں۔ بیشک۔ سوفار آؤ۔ شاید مجھے تمہاری ضرورت پڑ جائے
اور تم عورتیں! کیا سب تیار ہو۔

[سوفار اور فرعون کے درمیان جب تقریب کے متعلق گفتگو جاری تھی
تو تمام عورتیں لباس تبدیل کرنے اور سنگار میں مشغول تھیں۔ وہ تمام کی تمام ایک
قطار میں کھڑی ہو گئیں اور فرعون کے پیچھے شاہی دربار کی طرف روانہ ہوئیں]

۳

تین ہفتہ بعد [سوفار اپنے کمرہ میں ڈیکس کے سامنے بیٹھا کام

فرعون اور ملکہ سبا

میں مصروف ہے وہ تنہا ہے - دروازہ پہ بھی کوئی دربان نہیں - !

(ملکہ سبا اندر آتی ہے اور چپ چاپ کھڑی ہو کر سوفار کو دیکھتی رہتی ہے - جیسے ملکہ کی آمد کا کچھ بھی علم نہیں - جب سوفار لکھنا بند کرتا ہے تو اس کی نظر اوپر اٹھتی ہے - وہ ملکہ کو دیکھ کر قلم ہاتھ سے رکھ دیتا ہے - اور مودب کھڑا ہو جاتا ہے)

سوفار (جھکتے ہوئے) ملکۂ عالم !

ملکہ سبا - کیا تمہارا بادشاہ یہاں موجود نہیں - اس نے مجھے ملاقات کے لیئے بلوایا تھا -

سوفار - ملکۂ عالم ! میرا بادشاہ ایک مصروف آدمی ہے - اسے درجنوں کاموں کی دیکھ بھال کرنی پڑتی ہے - اس کے مندر ہیں - اس کے مجری جہاز - اس کے شنار - اس کے -

ملکہ سبا - (دو کتے ہوئے) مجھے معلوم ہے - مجھے معلوم ہے مجھے یہ سب کچھ دکھایا گیا ہے - یہاں تک کہ میرے پاؤں چلتے چلتے دکھنے لگے اور میری آنکھیں دیکھتے دیکھتے تھک گئیں - مجھے ان کے متعلق اس قدر بتایا گیا ہے کہ میرے کان سنتے سنتے پک گئے ہیں - اور میرا سر چکرانے لگا ہے اس قصہ نے تو میری روح تک کو کچل ڈالا ہے

سوفار - اس تمام شان و شوکت کو دیکھ کر آپ کی آنکھیں ہیں چکا چوند

پیدا ہو گئی ہو گی۔ گھبرائیے نہیں۔ آپ بہت جلد اس کی عادی ہو جائیں گی۔ جیسے کہ ہم تمام ——

ملکہ۔ یہ نہیں۔ مجھے اس سے الٹی تکلیف پہنچتی ہے۔

سوفار۔ شاید اسی حالت کے لئے یہ ضرب المثل مشہور ہے کہ

ہیچ آفت نہ رسد گوشہ تنہائی را

ملکہ۔ یہ کس کی ضرب المثل ہے

سوفار۔ یہ میرے آقا کی ضرب المثل ہے

ملکہ سبا۔ تمہارے آقا فرعون کی ضرب المثل! مجھے بتلاؤ۔ کیا تمہارا آقا واقعی ایسی ضرب المثلیں لکھتا ہے۔ جن کو وہ اس طرح ادا کرتا ہے جیسے طوطے نے کچھ رٹ رکھا ہو۔

سوفار۔ میرا آقا بیحد دانشمند ہے ملکہ عالم!

[ملکہ تعجب اور شک کی نگاہوں سے اسے دیکھتی ہے اور پھر سامنے جا کر ڈیکس پر رکھے ہوئے کاغذات کے متعلق پوچھتی ہے۔]

ملکہ سبا۔ تم کیا لکھ رہے ہو۔ کیا میں دیکھ سکتی ہوں۔

سوفار۔ (گھبرا کر) یہ معمولی کاغذات ہیں۔ جنہیں چنداں اہمیت حاصل نہیں

ملکہ سبا۔ اچھا انہیں پڑھو۔

سوفار۔ ملکہ عالم۔ میں ایسا ہرگز نہیں کر سکتا۔

ملکہ۔ کیا کہا! میں تمہیں حکم دیتی ہوں۔

سوفار۔ (کاغذات اٹھاتے ہوئے) اگر ملکۂ عالم کا حکم ہے — تو —

(کاغذ کھولتا ہے)

"یہ ایک مختصر سی نظم ہے۔ جس میں میں نے لکھا ہے کہ میری حسین محبت تم ایک فاختہ کی طرح سے بھولی بھالی ہو۔ تمہارے ہونٹ سُرخ مخمل کی طرح رنگین و نرم ہیں۔ تمہاری گردن ہاتھی دانت کی طرح سفید اور تمہاری چھاتیاں گلاب کے دو جڑواں پھول ہیں۔ آہ! میری حسینہ تم ہر طرح سے بے داغ ہو"

(سوفار پہلے تو اس طرح سے پڑھتا رہا۔ گویا وہ کسی مسودہ سے پڑھ رہا ہے۔ لیکن جلد ہی اس کے جذبات و خواہشات برانگیختہ ہو گئے۔

اور وہ نظم کو پورے جوش سے پڑھنے لگا)

سوفار۔ "وہ حسین تھی حسین۔ وہ شیریں تھی۔ موسیقی کی شیرینی سے بھی شیریں"۔ (ملکہ سے مخاطب ہو کر) لیکن اے ملکہ سبا آج جو راگ تم سنوگی۔ وہ ان سب سے شیریں تر ہوگا۔

ملکہ سبا۔ وہ کیا ہوگا؟

سوفار۔ دُنیا کا ایک زبردست بادشاہ تمہیں اپنی سلطنت۔ اپنا تخت اور اپنا دل پیش کرے گا۔

ملکہ۔ کیا تمہارا خیال ہے کہ وہ میرے کانوں کے لئے کوئی شیریں راگ ہوگا؟

سوفار۔ کیا وہ پیشکش کچھ اور بھی ہوسکتی ہے؟

ملکہ۔ سن اے جاہل دانا آدمی۔ عورت کے کانوں کے لیے کچھ اس سے بھی سوا ہوتا ہے اس آدمی کی آواز جس سے وہ محبت کرتی ہو اور جو اُس کے جواب میں اُس سے محبت بھرے الفاظ کہے

سوفار۔ ملکہ عالم۔ اور یہاں بالکل یہی کیفیت ہے۔

[وہ چپ ہوجاتا ہے کیونکہ شاہ مصر تیز تیز قدم اٹھاتے کرتے ہیں داخل ہوتا ہے]

فرعون۔ اور کونسی کیفیت بالکل یہی ہے۔

ملکہ سبا (جلدی سے) میں آپکے وزیر کی دانشمندی کا امتحان لے رہی تھی۔ شاہ عالم لیکن وہ آپ کی طرح فوراً موزوں جواب دینے سے قاصر ہے۔

فرعون۔ (خوش ہوتے ہوئے) یقیناً۔ سوفار اب تم جا سکتے ہو۔

فرعون ملکہ کو کرسی کی طرف لیجاتا ہے۔ جب سوفار فرعون کے پاس سے گزرتا ہے تو فرعون آہستہ سے پوچھتا ہے کہ تم نے تیار کرلیا سوفار اُسے کاغذوں کا پلندہ دے دیتا ہے۔ جب سوفار چلا جاتا ہے تو فرعون ملکہ کے پاس جا پہنچتا ہے۔

فرعون۔ مجھے امید ہے کہ سوفار نے آپ کو پریشان نہیں کیا ہوگا۔

ملکہ۔ نہیں۔ بلکہ اگر وہ یہاں نہ ہوتا تو میں واپس چلی گئی ہوتی۔ کیونکہ آپ مقررہ وقت پر یہاں موجود نہ تھے۔

فرعون۔ آپ اس کے لئے مجھ سے خفا نہیں ہونگی۔ کیونکہ اس کا ایک سبب تھا۔

ملکہ۔ ایک سبب۔ کیا میں پوچھ سکتی ہوں؟

فرعون (ایک خوبصورت ہیرا دکھاتے ہوئے) یہ ہے سبب۔ میں صناع کے سر پر اس وقت تک موجود رہا جب تک یہ مکمل نہیں ہو گیا۔ یہ میرے ڈیزائن کے مطابق تراشا گیا ہے۔ دیکھئے کتنا حسین ہے۔ کیا تم اسے نہ پہنو گی۔

ملکہ۔ نہیں میرے آقا اس پرانے لباس کے ساتھ اس کو پہننا اس کی توہین کرنا ہے۔

فرعون۔ تو تم شادی کا جوڑا پہنو گی؟

ملکہ۔ شاید

فرعون۔ میں نے تمہاری شان میں کچھ اشعار بھی لکھے ہیں کیا میں انہیں پڑھوں۔

ملکہ۔ میری تعریف میں اشعار ضرور پڑھیئے؟

فرعون ایک پاؤں سٹول پر رکھ کر کاغذوں کا پلندہ نکالتا ہے اور پڑھنا شروع کرتا ہے۔

"میری حسین محبت تم ایک فاختہ کی طرح بھولی بھالی ہو۔ تمہارے ہونٹ سرخ مخمل کی طرح رنگین و نرم ہیں۔ تمہاری گردن کا ننھی دانت

کی طرح سفید اور تمہاری چھاتیاں گلاب کے دو جڑواں پھول ہیں۔ آہ! میری حسینہ تم ہر طرح سے بے داغ ہو۔"

[ملکہ وہی الفاظ سُنکر جو سوفار نے پڑھے تھے۔ حیران رہ جاتی ہے۔ پھر سننے لگتی ہے اور پھر تنگ آکر کھڑی ہو جاتی ہے]

فرعون۔ کیا آپ کو میرے اشعار پسند نہیں؟

ملکہ سبا۔ یہ بات نہیں۔ مجھے کل اپنے ملک کو واپس جانا ہے۔ اور اس کے لئے جلد انتظامات کرنے ہیں۔

فرعون۔ جا رہی ہو۔ اور کل۔ یہ ناممکن ہے۔

ملکہ۔ ناممکن! تم میری مرضی کے خلاف مجھے نہیں روک سکتے۔

فرعون۔ بیشک میں روک نہیں سکتا۔ میری جان۔ لیکن مجھے امید تھی کہ تم یہاں ہی رہو گی۔ میری بیوی میری ملکہ کی حیثیت میں اور میں اس کے لئے آپ سے درخواست کرنے والا تھا۔

ملکہ۔ میں نے اس مقصد کے لئے ایک قسم کھائی ہوئی ہے

فرعون۔ تمہارا مطلب یہ ہے کہ تم نے کسی دوسرے سے وعدہ کر رکھا ہے۔

ملکہ سبا۔ میں نے حلف اٹھایا ہوا ہے۔ کہ میں صرف اُس آدمی سے شادی کرونگی جو میرے معمہ کا حل کرے گا۔ اس کے سوا اور کسی سے نہیں۔

فرعون۔ ایک معمہ اور میں (اس کا چہرہ شگفتہ ہو جاتا ہے) کیا میں نے

تمہارے پہلے سوالوں کا جواب نہیں دیا۔
ملکہ۔ غور سے سنیئے شاہ عالم۔ وہ کیا ہے جو عورت کے کانوں کو زیادہ خوشگوار معلوم ہوتا ہے۔ ایک بادشاہ کی اُس آواز سے جو اُسے اپنی سلطنت اپنا تخت اور اپنا دل پیش کر رہا ہو۔
فرعون۔ اس سوال کا جواب دینے کے لئے مجھے وقت ملنا چاہیئے
ملکہ۔ کل اسی وقت اور اسی جگہ۔
فرعون۔ اگر میں اس کا صحیح جواب دے سکا تو
ملکہ۔ میں نے حلف اٹھایا ہوا ہے کہ سب سے پہلے جو اس سوال کا صحیح جواب دے گا۔ میں اُس سے شادی کر لوں گی۔
[ملکہ سبا چلی جاتی ہے اور فرعون سوفارہ کو آواز دے کر بلاتا ہے]

۴

(سوفارہ کاغذوں کا پلندہ لئے ہوئے شاہ مصر کے سامنے آتا ہے)
فرعون۔ جاؤ۔ جاؤ۔ کیا میں نے تمہیں حکم نہیں دیا تھا کہ مجھے اکیلا چھوڑ دو۔
سوفار۔ لیکن میرے آقا ان شاہی اعلانات پر آپ کی مہر لگانی ضروری ہے۔
فرعون۔ شاہی اعلانات۔ کون سے شاہی اعلانات۔
سوفار۔ جن کے متعلق آپ نے مجھے حکم دیا تھا۔
فرعون۔ کیا وہ ضروری ہیں۔

فرعون اور ملکہ سبا

سوفار۔ اعلیحضرت کا ہر حکم اور ہر لفظ ہمیشہ ضروری ہوتا ہے۔

فرعون۔ اوہو۔ اچھا۔ لاؤ۔ لاؤ۔ انہیں میرے پاس آؤ۔

[سوفار کاغذات پیش کرتا اور ایک ایک کر کے کھولتا جاتا ہے اور سناتا ہے۔ ملکہ سبا داخل ہوتی ہے۔ فرعون دیکھ لیتا ہے]

سوفار۔ یہ چاندی اور سونے کے کام کرنے والوں کے نام فرمان ہے۔

فرعون۔ کچھ پرواہ نہیں۔ تمہیں یقین ہے کہ یہ سب ٹھیک ہیں نا۔

سوفار۔ بالکل میرے آقا۔

فرعون۔ (ہر فرمان پر یکے بعد دیگرے اپنی مہر لگاتا جاتا ہے بغیر کسی کو پڑھے ہوئے) ایک مصروف آدمی کو اپنے وزراء پر کچھ نہ کچھ ذمہ داری ڈالنی پڑتی ہے کیا ایسا نہیں ہے۔ میری محبوبہ!؟

ملکہ۔ بے شک۔

[فرعون انہیں لپیٹتا ہے اور سوفار کی طرف بڑھا کر کہتا ہے۔ ایہ انہیں لے جاؤ۔ سوفار ملکہ کے پاس سے گذرتا ہے۔ دونوں کی آنکھیں چار ہوتی ہیں]

ملکہ سبا۔ کیا آپ نے میرے سوال کا جواب سوچ لیا ہے؟

فرعون۔ کیا مجھے تمہارے سوال کا جواب معلوم نہیں! آہ کیا تم کو معلوم نہیں کہ میں ہمیشہ معموں کے حل میں کامیاب ہوتا ہوں۔

ملکہ سبا۔ بیشک بادشاہ سلامت۔ لیکن پھر بھی ــــ
فرعون۔ اور نہ ہی آئندہ کبھی میں ناکام ہونگا۔ کیا تم کو معلوم نہیں ہے۔
کہ میں دنیا بھر میں سب سے بڑا دانشمند مشہور ہوں۔ سنیئے آپ کے
سوال کا جواب یہ ہے کہ۔
" یہ ایسے آدمی کی آواز ہو گی جس سے ملکہ محبت کرتی ہے۔ اور اس
کے جواب میں وہ بھی اس سے محبت کرتا ہے"
[ملکہ سبا یہ سنکر گھبرا جاتی ہے۔ قریب ہے کہ اسے غش آجائے۔ مگر
وہ جلدی اپنے آپ کو سنبھال لیتی ہے]
فرعون۔ کیا یہ صحیح نہیں ؟
ملکہ سبا۔ صحیح ہے۔
فرعون۔ پھر اب تم جانتی ہو تمہارا حلف اور قول وقرار۔
ملکہ سبا۔ کون سا حلف ؟
فرعون۔ یہی کہ تم اس آدمی سے شادی کرو گی جو سب سے پہلے تمہارے
سوال کا صحیح جواب دے گا۔ اب تم اپنے اقرار سے پھر نہیں جاؤ گی ؟
ملکہ سبا۔ نہیں میں اپنے قول وقرار پر قائم رہونگی اور میں اسے پورا کر دکھاؤنگی
[ملکہ کی آواز میں تھرتھری تھی۔ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ وہ رو پڑے گی۔
یکایک بغیر کسی مزید گفتگو کے وہ باہر کی طرف دوڑ جاتی ہے۔ فرعون حیرت زدہ

ہے کہ ملکہ کس حال میں ہے]

[اسوقت وزیر اعظم ایک غلام کو لیے ہوئے داخل ہوتا ہے۔ جو سر سے پاؤں تک لرزہ رہا تھا۔ وہ بادشاہ کے سامنے زمین پر گر پڑتا ہے]

وزیر اعظم۔ میرے آقا میں نہایت ضروری خبر لایا ہوں۔

فرعون۔ جاؤ۔ جاؤ۔ کیا تم کو معلوم نہیں کہ میں بیحد مصروف ہوں۔

وزیر اعظم۔ لیکن میرے آقا یہ بہت ضروری ہے یہ ملکہ سبا کے متعلق ہے۔

فرعون۔ تو پھر کہتے کیوں نہیں۔ انتظار کس بات کا ہے۔

وزیر اعظم۔ ملکہ سبا کے اونٹوں پر ہودے چڑھا دیئے گئے ہیں۔ اس کے عربوں نے خیمے اکھاڑ لیے ہیں۔ وہ شہر سے فوراً روانہ ہونے والی ہے

فرعون۔ فضول بکواس! ..... وہ کل بھی مجھ سے کہہ چکی تھی۔ اب وہ نہیں جائے گی۔

وزیر اعظم۔ میرے آقا مجھے خوف ہے کہ وہ جا رہی ہے۔ اس غلام کی بات سنیئے

فرعون۔ اس کا اس سے کیا تعلق ہے؟ اٹھو۔ بولتے کیوں نہیں کتے۔

غلام۔ میرے آقا ابھی صرف ایک گھنٹہ گزرا کہ ملکہ نے تیاری کا حکم دیا تھا اور یہ کہا تھا کہ وہ بادشاہ سے ملاقات کر کے جب واپس لوٹے گی۔

تو روانہ ہو جائے گی۔ اس وقت اس کے اونٹ شہر کے صدر دروازہ

کے باہر پہنچ چکے ہوں گے۔

فرعون ۔ بے وقوف۔

غلام ۔ میرے آقا ۔ میری جان بخشی ہو۔ یہ سب کچھ میں نے اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے۔

فرعون۔ (غصہ سے دروازہ کی طرف لپکتا ہے) وزیر اعظم روک کر کہتا ہے۔ عالی جناب کچھ اور بھی سنیئے۔

[لو لو۔ پورے لنے کیوں نہیں۔ وہ غلام کی گردن پھر دیتا ہے]

غلام ۔ ملکہ نے اس کے علاوہ یہ بھی حکم دیا تھا کہ اسکی سواری تیار کی جائے اور اس کے ساتھ سوفار کے لیے بھی۔

فرعون۔ سوفار کے لیے بھی۔ احمق۔ کتا۔

غلام ۔ میرے آقا۔ میں نے اپنے کانوں سے یہ حکم خود سنا ہے

فرعون۔ سوفار۔ سوفار۔ یہ کبھی ممکن نہیں ہو سکتا۔

وزیر اعظم ۔ اس وقت ہر بات ممکن ہو رہی ہے۔

فرعون ۔ سوفار کہاں ہے

وزیر اعظم ۔ ابھی محل میں ہی ہے۔ میں نے اُسے کچھ کام بتلائے ہیں۔ اور وہ انہیں پورا کر رہا ہو گا۔

فرعون ۔ بہت خوب۔ وزیر اب تم ایک دو محافظ اور لے جاؤ اور سوفار

کی نگرانی کرو۔ اگر وہ محل سے نکلنے کی کوشش کرے تو اسکی گردن جدا کر دی جائے۔ کیا یہ صاف اور واضح حکم تم نے سمجھ لیا؟

وزیراعظم۔ بالکل صاف میرے آقا۔ لیکن ملکہ سبا۔

فرعون۔ اس کی تم کچھ فکر نہ کرو۔

وزیراعظم۔ لیکن میرے آقا۔

فرعون۔ اگر تمہاری باتیں درست ہیں تو وہ اس وقت تک روانہ نہیں ہوگی۔ جب تک سوفار محل میں ہے۔

[وزیراعظم روانہ ہوتا ہے۔ لیکن فرعون پھر اُسے روک لیتا ہے]

"ٹھہرو۔ اگر سوفار محل سے نکلنے کی کوشش کرے تو اس کا سر تن سے جدا نہ کرنا۔ صرف قید کر لینا۔ کیونکہ بغیر سر کے نہ وہ معموں کا حل بتا سکے گا۔ نہ نئی ضرب المثلیں وضع کر سکے گا۔"

(۵)

سوفار بیٹھا کام کر رہا ہے کہ ملکہ بڑی عجلت کے ساتھ اُس کے کمرے میں داخل ہوتی ہے۔ سوفار فوراً کھڑا ہو جاتا ہے۔

سوفار۔ ملکہ عالم۔

ملکہ سبا۔ میں جا رہی ہوں۔ خدا حافظ کہنے آئی ہوں۔

سوفار۔ جا رہی ہیں آپ۔

ملکہ سبا۔ اپنے وطن کو۔ جہاں مرغانِ چمن چہچہاتے ہیں۔ درخت ہمیشہ ہرے بھرے اور پھول صدا بہار معلوم ہوتے ہیں۔ جہاں حسین لڑکیاں اور حسین مرد ہاتھوں میں ہاتھ ڈالے باغوں اور مرغزاروں میں سیر کرتے ہیں۔

سوفارہ۔ بہت خوب ملکہ عالم۔ آپ تو وطن جانے کے خیال ہی سے مسرور ہو گئیں۔ اچھا خدا حافظ۔

ملکہ سبا۔ میرے جانے سے قبل آپ کو میرا ایک کام کرنا ہوگا۔

سوفارہ۔ فرمائیے۔ خادم تعمیل حکم کے لئے حاضر ہے۔

ملکہ سبا۔ کل تمہارے بادشاہ نے میرے سامنے کچھ اشعار پڑھے تھے میں ان میں سے بعض بھول گئی ہوں۔
کیا تم انہیں مکمل کہہ سکتے ہو۔ شاید تمہیں یاد ہوں "میری حسین محبت تم ایک فاختہ کی طرح بھولی بھالی ہو"

سوفارہ۔ ہاں۔ ہاں (وہ تمام اشعار شروع سے آخر تک زبانی سُنا دیتا ہوں)
[اور سناتے سناتے اس حقیقت میں کھو جاتا ہے کہ وہ ملکہ سبا کو اپنی آغوش میں تھامے ہوئے ہے]

ملکہ سبا۔ کل میں نے تمہارے بادشاہ کے سامنے ایک وعدہ کیا تھا۔

فرعون اور ملکہ سبا

سوفار۔ کچھ پروا نہیں۔ وعدے توڑنے کے لئے ہی کئے جاتے ہیں
ملکہ سبا۔ لیکن یہ ٹوٹ نہیں سکتا۔
سوفار۔ یہ کیا تھا؟
ملکہ سبا۔ وہ یہ تھا۔ کہ میں اس شخص سے شادی کرونگی جو سب سے اوّل
میرے اس سوال کا صحیح جواب دے گا۔ کہ وہ کون سی آواز ہے جو
ایک بادشاہ کی آواز سے زیادہ شیریں ہو گی۔ جو اپنا دل، اپنا تخت
اور اپنی سلطنت ایک محبوبہ کے قدموں میں ڈال رہا ہو۔ کیا تمہیں اس
کا جواب معلوم ہے۔
سوفار۔ میں اس کا جواب جانتا ہوں۔ مگر میرا خیال ہے کہ تم اس سے قبل
اس کا جواب سُن چکی ہو۔
ملکہ سبا۔ لیکن میں آپ کے منہ سے سُننا چاہتی ہوں۔۔
سوفار۔ یہ ایک ایسے آدمی کی آواز ہو گی جس سے تم محبت کرتی ہو۔ اور
جو آپ کی محبت کے جواب میں محبت بھری باتیں کہے گا۔
(وزیر اعظم دو خادموں کے ساتھ داخل ہوتا ہے۔ ملکہ چپ ہو جاتی ہے)
وزیر اعظم۔ میں تمہیں بادشاہ کے حکم سے گرفتار کرتا ہوں۔ دونوں غلام
بڑھ کر سوفار کو دونوں ہاتھوں سے تھام لیتے ہیں۔
(ملکہ حیران رہ جاتی ہے)

سوفار۔ لیکن تم ایسا نہیں کر سکتے۔ میں تو ملکہ کے ساتھ جا رہا ہوں۔

وزیر اعظم۔ ہرگز نہیں بادشاہ سلامت نے تمہارے لئے دوسرا انتظام کیا ہے۔

سوفار۔ بادشاہ سلامت نے۔ مگر انہوں نے تو خود اس کی اجازت دی ہے۔

وزیر اعظم۔ ناممکن۔ ابھی ایک گھنٹہ گذرا بادشاہ سلامت نے مجھے تمہیں گرفتار کرنے کا حکم دیا تھا۔

سوفار۔ وہ احکام منسوخ ہو چکے ہیں۔ یہ دیکھو میرا پاسپورٹ۔ (پروانہ راہداری) کیا تم بادشاہ کی مہر نہیں دیکھ سکتے۔

وزیر اعظم۔ کاغذات دیکھتے ہوئے۔ یہ صحیح ہیں مگر میں اس گتھی کو سلجھا نہیں سکتا۔

سوفار۔ کیا بادشاہ اپنے احکام کو منسوخ نہیں فرما دیا کرتے۔ خصوصاً جب ایک عورت کا معاملہ ہو۔ اور بادشاہ اس عورت کو خوش کرنا چاہتا ہو۔ بادشاہ اپنی ایک ضرورت کے لئے مجھے ملکہ سبا کے ہمراہ بھیج رہے ہیں۔

وزیر اعظم۔ ہاں صحیح ہے۔ اب میں سمجھ گیا ہوں۔ میں نے جو تکلیف بارنج آپ کو پہنچایا ہے اسکی معافی چاہتا ہوں۔

(وزیر اعظم اپنے آدمیوں کو لیکر چلا جاتا ہے)

ملکۂ سبا۔ اور یہ پروانہ!

سوفارہ۔ اس پر بادشاہ کی مہر موجود ہے۔ میں نے اُسے خود لکھا تھا۔
اور خود اپنے ہاتھ سے بادشاہ کی مہر ثبت کی تھی۔

ملکۂ سبا۔ اوہو یہ تو سلیمان کی حکمت سے بھی زیادہ عجیب بات ہے۔

[دونوں ایک دوسرے کی کمر میں ہاتھ ڈالے کمرے سے نکل جاتے
اور اپنے لشکر میں پہنچ کر مصر کی حدود سے باہر نکل جاتے ہیں۔

(آزاد ترجمہ)

ایک دلچسپ مکالمہ

[سٹیج پر لکڑی کی دو پتلیاں باتیں کر رہی ہیں]

رُلدو (اونچی آواز سے) سوہنی۔ سوہنی!!
عورت تو کدھر ہے؟

سوہنی۔ میں سو رہی ہوں۔

رُلدو۔ کیوں؟

سوہنی۔ مجھے نیند آ رہی ہے۔

رُلدو۔ جب تمہیں بلایا جاتا ہے تو تم کیوں جواب نہیں دیتیں؟

سوہنی۔ میں جب چاہونگی جواب دُونگی۔

رُلدو۔ کھانا کیوں تیار نہیں؟

سوہنی۔ مجھے بھوک نہیں۔

رُلدو۔ لیکن مجھے تو بھوک ہے۔

سوہنی۔ مجھے اس سے کیا غرض۔

رُلدو۔ گستاخ عورت!

سوہنی۔ کُبڑا!

کاٹھ کی دو پتلیاں

رلدو - بدزبان!

سوہنی - طوطے کی سی زبان والا ۔

رلدو - میں کہتا ہوں تمہارا سر پھرا ہے
جو ایسی گستاخی کر رہی ہو؟

سوہنی - کیا تمہاری چندیا کھجلاتی ہے
کہ تم مجھ سے ایسی باتیں کر رہے ہو؟

رلدو - میں تمہارا سر توڑ دونگا ۔

سوہنی - تم جو ایک گھٹیا قسم کی لکڑی
سے بنائے گئے ہو ۔

رلدو - کیڑے تمہاری جڑوں کو کھا
رہے تھے۔

سوہنی - اور تمہارے چھلکے گر رہے تھے

رلدو - اور تمہارے پتوں میں تمہارے
سر سے بھی بڑے بڑے چھید تھے ۔

سوہنی - اور تمہاری شاخیں مردہ
بازوؤں کی طرح اکڑی ہوئی
تھیں ۔

رلدو - تمہاری لکڑی ایسی بوسیدہ
تھی کہ کلہاڑی تمہارے جگر تک
ایک ہی وار میں گھس گئی ۔

سوہنی - مگر تم اتنے بوسیدہ اور پرانے
ہو کہ ابھی آگ کی نذر کر دیئے
جاؤ گے۔

رلدو - مجھے آگ کی نذر کر دیا جائیگا؟
ایک بار پھر کہو اور دیکھو مزہ!!

سوہنی - بڈھا کھوسٹ!

رلدو (گردن سے پکڑ کر) ماروں تجھے؟

سوہنی - مدد! مدد!! پولیس پولیس!!

[چیخ کی آواز سے دونوں جاگ اٹھتے ہیں]

سوہنی - اوہو - میں بھیانک خواب دیکھ
رہی تھی ۔

رلدو - میں محسوس کر رہا تھا کہ میں خون
اور گوشت کا پتلا ہوں ۔

سوہنی - ہم نے ایک دوسرے کو گالیاں دیں ۔

کاٹھ کی دو پتلیاں

رُلدو - اور ایک دوسرے کا تمسخر کیا۔

سوہنی - آؤ اس افسانی خواب کو بھول جائیں ۔

رُلدو - ضرور - دیکھو رات کیسی خوشگوار ہے ۔

سوہنی - رُلدو - کیا تمہیں اب نیند نہیں آئے گی ؟

رُلدو - مشکل ہے ۔

(خاموشی)

رُلدو - تم سوچ رہی ہو ؟

سوہنی - میں سوچ رہی ہوں - اور تم ؟

رُلدو - اور میں بھی سوچ رہا ہوں -

سوہنی - تم کیا سوچ رہے ہو ؟

رُلدو - بہت کچھ اور تم ؟

سوہنی - بہت کچھ -

(خاموشی)

سوہنی - کیا تمہیں مجھ سے محبت ہے ؟

رُلدو - میں تم سے محبت کرتا ہوں اور تم ؟

سوہنی - میں تمہاری متوالی ہوں ۔

رُلدو - میری اچھی سوہنی !

سوہنی - میرے پیارے رُلدو !

رُلدو - رات خوشگوار ہے -

سوہنی - رات مثل نرم نرم کائی کے ہے جو ہمارے ارد گرد اُگی ہوئی ہے

رُلدو - خوبصورت سرسبز کائی !

سوہنی - ہم ایک تھے رُلدو اس وقت ہم ایک تھے ۔

رُلدو - ایک دوسرے سے لگے ہوئے پیوستہ

سوہنی - کلہاڑی بڑی مشکل سے ہمیں جُدا کر سکی ۔

رُلدو - خوفناک کلہاڑی جس کا دانت بہت تیز تھا ۔

سوہنی - اور اس وقت نہ تم تھے -

کاٹھ کی دو پتلیاں

نہیں تھی ۔

رلدو۔ اور اس وقت ہمارا نام بھی
ایک ہی تھا ۔

سوہنی۔ کیسا خوبصورت نام ۔

رلدو۔ درخت۔ ہم درخت تھے۔

سوہنی۔ اور بہت بلند درخت۔

رلدو۔ ہمارا آخری پتہ دنیا کے انتہائی
کونے کو چھو رہا تھا۔

سوہنی۔ ہم بہت گہرے پھیلے ہوئے تھے

رلدو۔ ہماری جڑ کا آخری سرا
پاتال کے پار تھا ۔

سوہنی۔ ہم میں سے نرم رو دریا
بہتا تھا ۔

رلدو۔ شیریں اور سرد۔

سوہنی۔ وہ دریا جو زمین کے قلب سے
دنیا کی سطح پر چڑھ دوڑا تھا۔

رلدو۔ اور پھر زمین کی گود میں گم
ہو گیا تھا ۔

(خاموشی)

رلدو۔ سوہنی!

سوہنی۔ رلدو!

رلدو۔ کیا تمہیں موسم بہار یاد ہے؟

سوہنی۔ خوب یاد ہے ۔

رلدو۔ کیا تمہیں وہ چھوٹی چھوٹی کلیاں
یاد ہیں۔ جو ننھے ننھے ہاتھوں
کی طرح کھلتی تھیں ۔

سوہنی۔ ہاں۔

رلدو۔ ایسے چھوٹے چھوٹے ہاتھوں کی
مثل جن میں ننھی ننھی رگیں ابھری
ہوئی ہوں ۔

سوہنی۔ یہ کیسی محبت بھری باتیں ہیں،

رلدو۔ یہ عہدِ کہن کا راگ ہے!

سوہنی۔ رلدو۔ اور چاند۔ چاند!
کیا تمہیں یاد ہے؟

کاٹھ کی دو پتلیاں

رُلدو۔ ہاں۔ وہ ہر وقت کچھ چاہتا تھا۔

سوہنی۔ وہ شاید اِن پتوں کو تلاش کرتا تھا۔ جو مدت گزری ہمارے درخت سے جھڑ چکے تھے۔

رُلدو۔ اور بہت بلند ستارے!

سوہنی۔ مجھے خوب یاد ہیں۔

رُلدو۔ اور تازہ ہوا۔ جو ہماری شاخوں میں کانپا کرتی تھی!

سوہنی۔ (مسکراتے ہوئے) بیشک۔

رُلدو۔ اور سورج؟

سوہنی۔ آفتاب۔ اوہو۔ گرم گرم اور معطر منہ جو ہمیں چوم لیا کرتا تھا۔

رُلدو۔ اس کا نرم نرم ہاتھ ہمیں دلارا کرتا تھا۔

سوہنی۔ اور وہ سفید سفید دامن، جس پر ہمارے پتوں کا سایہ سویا کرتا تھا!

رُلدو۔ سوہنی ہمیں نیند تو نہیں آ رہی

سوہنی۔ نیند؟ نہیں تو۔ کیا تمہیں بارش کا سماں یاد ہے؟

رُلدو۔ بارش جو ہم زمین کے بڑے پیالے سے پی لیتے تھے۔

سوہنی۔ اور جو ہمیں رو پہلی تاروں کے کوڑے مار کر کہا کرتی تھی۔ "اُگو اور خوب بلند اُگو"

(خاموشی)

سوہنی۔ زمستاں۔ رُلدو کیا تمہیں موسم سرما یاد ہے؟

رُلدو۔ یاد ہے۔

سوہنی۔ باسی تیز و تند ہوائیں۔

رُلدو۔ گرد و غبار جو سورج کا منہ ڈھانپ دیتے تھے۔

گلاب کی دو پتیاں

سوہنی - منجمد آگ ـــ

رلدو - برف سی کی سفید خاموشی

سوہنی - گہری نیند - گہری !

رلدو - جس میں ہم موسم بہار کے

گہرے خواب دیکھا کرتے تھے۔

(خاموشی)

سوہنی - آہ کیا ہم پھر کبھی ایک ہو

سکیں گے ؟

رلدو - میں نے خواب دیکھا تھا کہ ہم

گلاب کا ایک پھول بن جائیں گے۔

سوہنی - خوب - خوب !!

رلدو - جس کی سرخ سرخ پتیاں

ہونگی جو

سوہنی - اچھا۔

رلدو - جو ایک دھیمی رفتار سے

چلنے والی ندی کے کنارے اگا ہوگا۔

سوہنی - خوب !

رلدو - پرندے ننھے ستاروں کی

مانند ہمارے ارد گرد اڑیں گے

جو چھوٹے چھوٹے راگ گائیں گے

پھول اپنی پتیاں بکھیریں گے۔

کیڑے مکوڑے ہنسیں گے۔ مکڑی

خاموشی سے اپنا جالا تنے گی۔ پیلے

پتلے سائے ہمارے سامنے ناچیں گے

اور ہوا اپنے گالوں کو دھوکنی کی

مانند پھلا کر ہماری شاخوں کو چھوئیگی

سوہنی - جنگل کے خدا کے خواب

ہمیشہ سچ نکلا کرتے ہیں۔

سوہنی - سوہنی ! تم سو گئیں ؟

(بابل ایلڈرج)

سمندر کی نیلی رو پہ ایک پھول تھا۔ کنول کا پھول۔ یا ستارہ تھا۔
جو ظلماتِ آبی پہ اپنی سفید سفید پتیوں سے ایک پھول معلوم ہوتا تھا۔
بہتا تھا۔ اِدھر سے اُدھر۔ اُن چٹانوں میں پانی کی رَو کے ساتھ گھوم
پھر رہا تھا۔ جو خلیج فارس کے ساحلی طبقوں میں بکثرت پائی جاتی ہیں۔
پھول تنہا نہ تھا۔ اُس کی پتیوں کی گود میں پانی کی ایک بوند لرز رہی
تھی۔ بارش کا ایک قطرہ! جو آسمانی بلندیوں سے زمین کی گود میں گرا۔
اور گرنے سے قبل اُسے کنول کے ایک پھول نے اپنے دل میں جگہ دے دی
تھی۔ وہ اُسے اُٹھائے اُٹھائے پھرا۔ طوفانی لہروں۔ موجوں کے تھپیڑوں
اور چٹانوں کی دراز دستیوں کے باوجود اِس مرکبِ گُل پہ ہر بلا سے محفوظ
و مامون تھا۔ ٭

بارش کا پہلا قطرہ

پھول اپنی آخری منزل پر جا پہنچا۔ اور گھونگھے کی چٹانوں کے درمیان اس کی پتیوں نے زمین کی آغوش میں استراحت کے لیئے بازو ڈھیلے کر دیئے۔ پانی کا قطرہ اتھاہ سمندر کی گہرائیوں کو دیکھنے کے لیئے اِدھر سے اُدھر جھانکنے لگا۔

چٹانوں کے درمیاں نمدار ریت پر ایک صدف نظر آیا۔ جس میں ایک موتی مٹی اور کیچڑ میں لتھڑا پڑا تھا۔ کنول کا پھول بھی اپنی آخری منزل کی تلاش میں بہتا ہوا اس کے پاس جا پہنچا۔ پانی کی وہ بوند جو کنول کے دل میں لرز رہی تھی۔ اپنے ہم جنس کو اس کس مپرسی کی حالت میں دیکھ کر تڑپ اٹھی اور اُس نے بیساختہ اُس کی خیر و عافیت پوچھی:۔

موتی۔ یہ آواز کہاں سے آرہی ہے؟

پانی کی بوند۔ کنول کے پھول کے قلب سے۔ میں بول رہی ہوں۔ پانی کی ایک بوند۔ جو آسمان سے بارش کے ایک قطرہ کی صورت میں گری۔ اور کنول کے پھول کے حصّہ میں آئی ؛

موتی۔ آہ۔ میری پیاری بہن آؤ! کہو! ہمارے گھر کا کیا حال ہے؟ میں برسوں سے یہاں پڑا سسک رہا ہوں ؛

پانی کی بوند۔ کیا وطن کی یاد تمہیں نہیں ستاتی۔ آہ کون ہے۔ جو بادلوں کو بھول سکتا ہو!

بارش کا پہلا قطرہ

موتی۔ بادل! ہلکے پھلکے۔ شہد کے چھتّہ کی طرح پانی کی بوندوں سے لبالب بھرے ہوئے۔

پانی کی بوند۔ دوشِ ہوا پر سوار۔ فرشتوں کے تختِ رواں!!

موتی۔ جن میں دھوپ اور سایہ کا یکساں لطف ملتا تھا۔

پانی کی بوند۔ ہماری سواری نہایت قیمتی تھی۔ جب ہم روانہ ہوتے تو بجلی چمک چمک کر راستہ دکھاتی اور بادل گرج گرج کر "ایک طرف ہٹ جاؤ" کا نعرہ لگاتے۔

موتی۔ تمہیں یاد ہے کہ چاند ہمارا رس چوسنے کے لیے اپنی نقرئی کرنوں سے ہمارے اندر گھس آتا تھا۔

پانی کی بوند۔ اور جب ہم چاند کے چہرے پر نقاب ڈالتے۔ اس وقت وہ باحیا دُلہن معلوم ہونے لگتا۔

موتی۔ اور تمہیں ستارے یاد ہیں؟ ہم انہیں روشنی اور تاریکی میں برابر دیکھ سکتے تھے۔

پانی کی بوند۔ وہ ہمارے دوست تھے۔ اور راہبر۔ ستارے اُس سڑک کے نشانات تھے۔ جن پر دن رات ہم چلتے رہتے تھے۔

موتی۔ ہوا اور آندھی ہمیں منزلِ مقصود سے ہٹا کر دور پھینک دیتے تھے

پانی کی بوند۔ ہم نے ہمیشہ اُسے شکست دی۔ جب ہم جمع ہو کر اُس کا محاصر

بارش کا پہلا قطرہ

کر لیتے۔ تو وہ مارے خوف کے چھپ جاتا۔ ہم روشنی کو تاریکی اور دھوپ کو سایہ میں بدل دیتے اور تمام جہان پر ٹھنڈک پھیلا دیتے۔

موتی۔ اُس کی خشم آلود نگاہیں ہمارا کچھ بھی نہ بگاڑ سکتیں۔ وہ ہمیشہ منت اور خوشامد سے ہمیں منایا کرتا تھا۔

پانی کی بوند۔ ہم اتفاق اور اتحاد کا کامل نمونہ تھے۔ آج یہ حالت ہے کہ تم خاک میں پراگندہ موتی ہو اور میں پانی کی ایک بوند ہوں۔

موتی۔ یہ صحیح ہے۔ لیکن میری اور تمہاری آفرینش کی حکایت ایک ہے۔

پانی کی بوند۔ گردش روزگار نے تیری حالت کو یکسر بدل ڈالا۔ اب تو مچھلی کے چھلکے جیسے خول والا ایک ٹھوس موتی ہے۔ تو اپنی منزل سے بھٹک گیا۔

موتی۔ لیکن میں اپنی اصلیت کو نہیں بھولا۔ اتھاہ سمندر میں گر کر سمندر بن جاتا اور اب گو میں تنہا ہوں۔ مگر ایک دُرِ شاہوار ہوں۔ یہ تنزل بھی ایک شان رکھتا ہے۔

پانی کی بوند۔ اس ذلّت پر بھی تعلّی۔

موتی۔ بہن یہ میرے بس کا روگ نہیں۔ بارش کی اکثر بوندیں سنگلاخ چٹانوں پر گر کر پھسل جاتی ہیں۔ اور اپنی ہستی کھو بیٹھتی ہیں۔

پانی کی بوند۔ خاموش! تم اپنی قوم کی قربانیوں کی یوں ہتک نہیں کر سکتے!

بارش کا پہلا قطرہ

کیا تم کو معلوم نہیں کہ تم بھی پانی کی ایک بوند تھے۔ اور آسمانوں پر دھوئیں اور کہر۔ اولے اور برف کے درمیان سردی سے ٹھٹھرے پڑے تھے۔ جب انسانوں کی بستی سورج کی گرمی سے تانبے کے طشت کی طرح جلنے لگتی تو اس کے دل سے کسقدر آہ وفغاں کا دھواں نکلتا۔ یہ آسمانوں تک پھیل جاتا۔ بجلی بیقرار ہو کر تڑپنے لگتی۔ بادل خوف سے گرجنے لگتا۔ اور اولے اور برف اس غیر معمولی تپش سے پگھل جاتے پھر بارش کی بوندیں آسمانوں پر ایک موجزن سمندر بن جاتیں۔ اُس وقت ....

موتی۔ اسوقت !؟ ہر ننھی بوند خوف سے لرزتی۔ ہم زمین کی طرف دیکھتے تو ہماری روح خوف وہراس سے منجمد ہو جاتی۔ آہ ! کیا خوفناک سماں تھا۔ بادل کڑک کر اور بجلی تڑپ تڑپ کر ہمیں جوش دلاتی۔ ہماری ہمت بندھاتی۔ مگر ہم قدم اٹھانے سے گھبراتے تھے:۔

پانی کی بوند۔ بالکل اُس وقت "بارش کا پہلا قطرہ" آسمان کی بلندیوں سے زمین کی پستیوں کی طرف مردانہ وار قدم اٹھاتا۔ "بارش کے پہلے قطرہ" کی یہ قربانی تمام قوم کی ہمت بندھانے والی ہوتی تھی۔ بس پھر ہر قطرہ اور ہر بوند اس کے نقش قدم پر لڑھکتی چلی جاتی۔ یہاں تک کہ موسلادھار بارش زمین کے سینہ پر ندیاں اور نالے بہا دیتی۔ دریاؤں میں سیلاب

آجاتے - اور سمندر بھر پانی سے بھر جاتا ؛

موتی - تمہیں بارش کے پہلے قطرہ" کا انجام بھی معلوم ہے ؟

پانی کی بوند - اس کی قربانی عدیم المثال ہوتی ہے - ہم اُس کی یاد میں آسمانوں پر دیدکھارت" مناتے ہیں - ان دنوں اُس کی تقلید میں بارش کا ہر قطرہ قربانی کا جوہر دکھاتا ہے اور ایک دوسرے سے پہلے قدم اٹھانے پر مضطرب و بیقرار نظر آتا ہے -

موتی - اس کے سوا تمہیں "بارش کے پہلے قطرہ" کے متعلق کچھ معلوم نہیں ؟ اُس کا انجام !؟

پانی کی بوند - تم کیا کہنا چاہتے ہو ؟

موتی - زمین پر بھی بارش کے اس پہلے قطرہ کی بہت آؤ بھگت ہوتی ہے - چمکدار صدف اپنی آغوش اُس کے استقبال کے لئے وا کر دیتا ہے - اور فطرت کا اٹل قانون اُس کی جانبازی کے صلہ میں اُسے دُرِ شاہوار بنا دیتا ہے ؛

پانی کی بوند - (خوف و ندامت سے سمٹ جاتی ہے)

اور تم ! کیا تم بارش کے پہلے قطرے ہو !!؟

موتی - ہاں میں بارش کا پہلا قطرہ ہوں ؛

پانی کی بوند - اے میرے واجب التعظیم ہمدرگ - میں اپنے الفاظ کو واپس

لیتی ہوں۔ خدا تم پر اپنی برکتیں نازل کرے۔ گو قدرت کے اس عطیہ نے تمہیں مرکز سے جدا کر دیا۔ لیکن زمین کے مالک انسان کی تم بیش قیمتی دولت بنو گے۔

موتی۔ شاید یہ صحیح ہے لیکن میں برسوں سے مٹی اور کیچڑ میں ملفوف۔ کس میرسی کی حالت میں پڑا ہوں۔

پانی کی بوند۔ جوہر شناس انسان تمہاری عزت افزائی کرے گا۔ تم شاہوں کے تاج کی زینت بنو گے! کیا تمہیں معلوم نہیں کہ زمین کا بوجھ صرف انسان ہی نے اٹھایا تھا۔ جبکہ آسمانوں پر فرشتے زمین کا نام سنتے ہی کانوں پر ہاتھ رکھتے تھے۔ اور خوف سے لرزنے لگتے تھے۔

موتی۔ شاید یہ صحیح ہو۔ لیکن میں برسوں سے مٹی اور کیچڑ میں ملفوف کس میرسی کی حالت میں پڑا ہوں۔"

کنول کا پھول تیرتا ہوا صدف کے ساتھ واصل ہو چکا تھا۔ اس نے اپنے بازو ساحل کی آغوش میں ڈھیلے کر دیئے۔ اس وقت غروب آفتاب کا منظر بیحد دلکش تھا۔ آفتاب ایک طلائی قہر معلوم ہوتا تھا۔ وہ آہستہ آہستہ تاریک سمندر میں ڈوب رہا تھا۔ اس کی سنہری کرنیں سمندر کی سطح کو رنگین کر رہی تھیں۔ یکایک اپ رپ کی آواز کے

بارش کا پہلا قطرہ

ساتھ ایک کشتی کا سایہ لہروں پر ناچنے لگا۔ اور انسانی آوازیں قریب ہی سنائی دینے لگیں۔ ایسی آوازیں جو خلیج فارس کے ساحلی حصّوں میں موتیوں کی تلاش و جستجو میں سرگرداں نظر آتی ہیں ۔

صدف میں پڑا ہوا موتی بے چین معلوم ہوتا تھا۔ مگر مٹی اور کیچڑ میں چھپے ہوئے موتی پر کس کی نظر پڑتی ؟

پانی کی بوند یہ کیفیت دیکھ کر فوراً مردانہ وار آگے بڑھی۔ اور اپنے تیئں موتی پر گرا دیا۔ مٹی دھل گئی اور چمکتا ہوا دُر آبدار آفتاب کی سنہری کرنوں میں دمکنے لگا ۔

کشتی قریب پہنچ گئی ۔ ایک انسان کا ہاتھ جو فرطِ شوق سے کانپ رہا تھا۔ موتی کی طرف بڑھا اور اُسے اٹھا کر ایک نقرئی ڈبیہ میں محفوظ کر لیا ۔

(طبغراد)

دنیا کی پیدائش کا پہلا دن تھا۔ اندھیرا تھا مہیب۔ تاریکی تھی رات
کو شرمانے والی۔ شور تھا سمندری طوفانوں کا۔ آندھی اور جھکڑوں کے چلنے کا۔
درندوں اور پرندوں کے چیخنے کا۔ سردی تھی بلا کی۔ برف اور اولوں
کے پڑنے کی۔ کڑک اور گرج تھی زلزلوں کے حملوں اور آتش فشاں
پہاڑوں کے پھٹنے کی۔ فرشتے دنیا کے افق پر بھٹکتے تھے۔ سراسیمگی
اور بیکاری سے۔ آنسو بہاتے تھے۔ انسان کی بے کسی اور بے بسی پر۔
انسان تھا وحشی درندہ۔ تنہا بے کس۔ بے بس۔ دن کو سورج کی حبس
دینے والی گرمی سے تنگ آ کر پہاڑوں کی کھوؤں میں گھسا رہتا اور رات

دو فرشتے

کسے وقت اپنی دردناک چیخوں سے دنیا کی ہولناک فضا کو اور زیادہ ہولناک بنا دیتا تھا۔

پہاڑ کی ایک عمودی چوٹی پر برف کی دو بڑی بڑی سلوں کے نیچے دو ننھے منے فرشتے اپنی اپنی ٹھوڑی کے نیچے ہاتھ دیئے یہ سب تماشہ دیکھ رہے تھے:۔

ایک بولا۔ تنہا ہے ٭

دوسرا۔ بالکل ٭

پہلا۔ بیکار ہے ٭

دوسرا۔ بالکل ٭

پہلا۔ تنہائی سے مر جائے گا۔

دوسرا۔ مر جائے گا۔

پہلا۔ ہمارے لئے کوئی کام نہیں۔

دوسرا۔ کوئی نہیں۔

پہلا۔ برف سے ٹپکنے والے قطرے ہمیں ٹھنڈا کر دیں گے ٭

دوسرا۔ اور بیکار بھی۔

پہلا۔ نیچے اتھاہ اور عظیم سمندر ہے۔

دوسرا۔ بے چین جانداروں سے لبریز ٭

پہلا۔ تقدیر کا چکر چل رہا ہے۔

دوسرا۔ چلتا رہے گا۔ مگر بیکار ٭

پہلا۔ کیا کبھی حالت نہ بدلے گی ٭

دوسرا۔ بدلے گی ضرور۔

پہلا۔ کیسے۔

دوسرا۔ تدبیر کا دور آئے گا۔

پہلا۔ تقدیر جاگ رہی ہے ٭

دوسرا۔ تدبیر سو رہی ہے۔

پہلا۔ ہم تمام دن بیکار رہتے ہیں

دوسرا۔ بالکل ٭

دو فرشتے

پہلا - ہمارے احتسابی روزنامچے
تحریروں سے خالی ہیں -

دوسرا - بالکل ؞

پہلا - ہمارے قلموں کی سیاہی
خشک پڑی ہے ؞

دوسرا - بالکل ؞

پہلا - ہم نے انسان کو سجدہ کیا۔

دوسرا - خدمتگاری اور حفاظت
کے لئے ؞

پہلا - ہم نے اس کی تعظیم کی ؞

دوسرا - اللہ پاک کی خوشنودی کیلئے

پہلا - مگر ہم اکتا جائیں گے ؞

دوسرا - بیکار اور ناکارہ رہ
جائیں گے!

پہلا - وہ سامنے ایک جزیرہ ہے

دوسرا - فرشتے وہاں آجا رہے ہیں۔

پہلا - سرگرمی!

دوسرا - زندگی!

پہلا - بنا رہے ہیں کچھ ؞

دوسرا - ہاں!

پہلا - غور سے دیکھو ؞

دوسرا - دیکھ رہا ہوں

پہلا - گوندھ رہے ہیں کچھ ؞

دوسرا - مٹی میں مٹی ؞

پہلا - پانی میں مٹی ؞

دوسرا - بنائیں گے کچھ ؞

پہلا - ڈھالیں گے کچھ ؞

پہلا - گوندھ رہے ہیں مٹی ؞

دوسرا - ہاں گوندھ رہے ہیں ؞

پہلا - کہکشاں سے لائے ہیں کچھ ؞

دوسرا - چمک -

پہلا - چاند سے لائے ہیں کچھ ؞

دو فرشتے

دوسرا۔ دمک۔

پہلا۔ بجلی سے لائے ہیں کچھ ✤

دوسرا۔ تڑپ ✤

پہلا۔ جہنم سے لائے ہیں کچھ ✤

دوسرا۔ جلن ✤

پہلا۔ جنت سے لائے ہیں کچھ ✤

دوسرا۔ پاکیزگی اور عصمت ✤

پہلا۔ بن رہا ہے کچھ ✤

دوسرا۔ مجسمہ ✤

پہلا۔ انسان کا

دوسرا۔ دوسرے انسان کا ✤

پہلا۔ انسان گھبرا گیا تھا۔

دوسرا۔ تنہائی اور بیکاری سے ✤

پہلا۔ چیختا تھا اور روتا تھا ✤

دوسرا۔ بے کسی اور بیچارگی سے

پہلا۔ اب دو ہو جائیں گے۔

دوسرا۔ لڑیں گے اور مریں گے۔

پہلا۔ ہمارے قلم فرفر چلیں گے۔

پہلا۔ فرشتے کچھ لا رہے ہیں ✤

دوسرا۔ کچھ بنا رہے ہیں۔

پہلا۔ فرشتے کچھ لا رہے ہیں ✤

دوسرا۔ کچھ بنا رہے ہیں ✤

پہلا۔ بڑا انتظام ہے۔

دوسرا۔ بہت اہتمام ہے۔

پہلا۔ باغوں اور گلزاروں سے کچھ لا رہے ہیں۔

دوسرا۔ چمنوں اور چمنستانوں سے بھی ✤

پہلا۔ کلی سے خاموشی اور نزاکت ✤

دوسرا۔ پھول سے شگفتگی اور مسکراہٹ ✤

پہلا۔ سنبل سے بال ✤

دوسرا۔ زلفوں کے جال ✤

پہلا۔ چمن کی رنگت ✤

دوسرا۔ گلوں کی نکہت ✤

دو فرشتے

پہلا۔ سبھی کچھ لا رہے ہیں ÷
دوسرا۔ سبھی کچھ ملا رہے ہیں ÷
پہلا۔ لا رہے ہیں حیوانوں کو ÷
دوسرا۔ پرندوں اور چرندوں کو
پہلا۔ طاؤس سے بانکپن نکالا۔
دوسرا۔ آہو کی آنکھوں کو نرگس میں تحلیل کر ڈالا ÷
پہلا۔ چیتے کی کمر چھین لی ÷
دوسرا۔ سانپ کا پیچ و خم ÷
پہلا۔ بلبل کی نغمہ سرائی ÷
دوسرا۔ اور کبک کی رفتار ÷
پہلا۔ دونوں جہان کے ہیرے اور جواہرات ÷
دوسرا۔ حل ہو رہے ہیں۔
پہلا۔ اب اسے سجا رہے ہیں۔
دوسرا۔ پہلے سے بہتر بنا رہے ہیں۔
پہلا۔ سردی ہولناک ہے۔

دوسرا۔ ہوا خوفناک ہے
پہلا۔ برف کے قطرے ہمیں یخ بنا دیں گے۔
دوسرا۔ یا ہمیں برف میں ہی ڈھال دیں گے۔

{ یکایک برف کی دونوں سلیں لڑھکتی ہوئی ننھے ننھے فرشتوں پر گرتی ہیں اور اپنے ساتھ انہیں بھی سمندر میں بہا لیجاتی ہیں ———— }

پہلا۔ بچو ÷
دوسرا۔ غرق ہونے سے بچو
پہلا۔ تیرتے ہوئے نکلو ÷
دوسرا۔ اڑتے ہوئے چلو ÷
پہلا۔ کہیں چوٹ لگی ؟
دوسرا۔ پر سلامت ہیں !
پہلا۔ کہیں تکلیف ہے ؟

دو فرشتے

دوسرا۔ جان سلامت ہے!

پہلا۔ جزیرے پر چلو تماشہ دیکھیں۔

دوسرا۔ انسان نما انسان دیکھیں۔

پہلا۔ یہ کمزور سا ہے!

دوسرا۔ مگر مضبوط اور لچکدار۔

پہلا۔ ذرا پیچھے ہٹنا آسمان سے سواری آرہی ہے۔

دوسرا۔ مشتری اور زہرہ کچھ لا رہی ہیں۔

پہلا۔ کسی فرشتہ کی روح!

دوسرا۔ کسی حور کی روح!

پہلا۔ اسے قالب میں ڈالیں گے۔

دوسرا۔ ایک اور انسان بنا ڈالیں گے!

پہلا۔ پیچھے! پیچھے!! ہٹو۔ بچو۔

دوسرا۔ آنکھیں بند کر لو۔

پہلا۔ منبع فساد آرہا ہے۔

دوسرا۔ شیطان خود آرہا ہے۔

پہلا۔ شیطان نے جگر کا خون نکالا ہے۔

دوسرا۔ او اس کی روح میں ملا دیا ہے

پہلا۔ دیکھو وہ مرد نما انسان اٹھا۔

دوسرا۔ واللہ انوکھی شان ہے ـــ

پہلا۔ یہ فرشتے کیا چلا رہے ہیں؟

دوسرا۔ اسے عورت بتلا رہے ہیں

پہلا۔ دیکھو وہ مسکرا رہی ہے

دوسرا۔ غنچے بھی مسکرا رہے ہیں۔

پہلا۔ عورت کے منہ سے پھول جھڑ رہے ہیں۔

دوسرا۔ غنچے بھی پھول بن رہے ہیں۔

پہلا۔ ہر چیز میں سکوت پیدا ہو رہا ہے۔

دوسرا۔ سمندر بھی خاموش ہے۔

پہلا۔ دنیا کی پلٹ گئی ہے کایا

دوسرا۔ عورت نے نظام ہی بدل ڈالا

دو فرشتے

پہلا - مرد آرہا ہے ٭

دوسرا - چیختا ہوا ٭

پہلا - لٹھ گھماتا ہوا ٭

دوسرا - چنگھاڑتا ہوا ٭

پہلا - ننگا دھڑنگا ٭

دوسرا - جنگلی سا!

پہلا - زندہ وحشت ٭

دوسرا - مجسم بربریت ٭

پہلا - آنکھوں سے انگارے برساتا ٭

دوسرا - نتھنوں سے شرارے گراتا ٭

پہلا - مرد نے عورت کو دیکھا ٭

دوسرا - عورت نے مرد کو دیکھا ٭

پہلا - خاموش اور ساکن ٭

دوسرا - بالکل ٭

پہلا - عورت نے مرد کو پاس بلایا -

دوسرا - مرد نے عورت کو گود میں بٹھایا ٭

پہلا - پیار کی باتیں ٭

دوسرا - محبت کی گھاتیں -

پہلا - چلو دوڑ کر کتاب سنبھالو ٭

دوسرا - قلم اور دوات نکالو ٭

پہلا - اب یہ باہم پیار کریں گے -

دوسرا - اور ہمارے قلم فر فر چلیں گے

پہلا - یہ تو سرد ہو گیا ٭

دوسرا - بالکل ٭

پہلا - یہ تو نرم ہو گیا ٭

دوسرا - بالکل ٭

مرد - دنیا تیرے بغیر بیکار تھی ٭

عورت - جی!

مرد - میں تنہائی میں ایک وحشی درندہ تھا ٭

عورت - جی!

دو فرشتے

مرد۔ تجھے چاند کا ٹکڑا کہوں یا
زندہ پھول ؟

عورت ۔ جی !

مرد ۔ پیاری تم کہاں تھیں۔

عورت ۔ دنیا میں ۔

مرد۔ کہاں پوشیدہ تھیں ؟

عورت۔ ہر چیز کے حسن میں ؟

مرد ۔ میں تیرے لئے بے چین تھا۔

عورت (گلے میں بانہیں ڈالتے ہوئے)
اور میں تیرے بغیر مضطرب تھی۔

مرد ۔ (سرگوشی کے انداز میں) میرے
دل پہ اپنا ہاتھ رکھو ؟

عورت۔ (سرگوشی کے انداز
میں) مجھے زور سے بھینچ ڈالو۔

پہلا فرشتہ ۔ کتاب بند کر دو ؟
دوسرا فرشتہ ۔ آنکھیں بند کر دو ؟

(طبعزاد)

پورٹ وائن

(ایک ایکٹ کا ڈرامہ)

افرادِ ڈرامہ

ہاٹن .... جج

فلیچر .... جج کا خادم

رابرٹ ایڈرلی .... ایک ملزم

منظر۔ جج صاحب کا پرائیویٹ کمرہ۔

[کمرہ کے وسط میں کھانے کی میز ہے۔ پشت پر ایک کھڑکی ہے جس کے آگے پردے لٹک رہے ہیں۔ دائیں ہاتھ پر کمرہ سے باہر جانے کا دروازہ ہے۔ فلیچر کھانے کے برتن اٹھا کر پھلوں کی چند قابیں اور پورٹ وائن (ایک قسم کی شراب) کی ایک بوتل اپنے آقا کے سامنے رکھتا ہے ؛]

فلیچر۔ کیا آپ آج قہوہ نوش فرمائیں گے؟

جج ۔ نہیں فلیچر میں قہوہ نہیں پیونگا ۔ میں جانتا ہوں کہ تم باہر جانا چاہتے ہو
فلیچر ۔ نہیں جناب مجھے کوئی جلدی نہیں ہے ۔ کیا کسی اور چیز کی ضرورت ہے؟
جج ۔ نہیں ۔ شکریہ (گلاس میں شراب انڈیلتا ہے)

[فلیچر جانے سے قبل رکتا ہے ۔ وہ جج کی طرف محبت بھری نظروں سے دیکھتا ہے ۔ پھر بڑے ادب سے پوچھتا ہے ۔ (اس کی آواز میں تفکرانہ لرزش پائی جاتی ہے]

فلیچر ۔ معاف کیجیے گا مجھے آج شاید دیر ہو جائے آپ کو کوئی تکلیف تو نہ ہوگی؟
جج (ایک اخروٹ کو توڑتے ہوئے اور اسے شراب میں غوطہ دیتے ہوئے)
مجھے کیا تکلیف ہو سکتی ہے!
فلیچر ۔ میرے آقا میں نہیں کہہ سکتا ۔ مگر میں جلد واپس آنے کی کوشش کرونگا
جج ۔ میرے خیال سے جلد آنے کی ضرورت نہیں (اخروٹ کھاتا ہے اور شراب پیتا ہے)

(فلیچر ایک بار پھر ایک لمحہ کے لئے گہری سوچ میں پڑ جاتا ہے پھر دروازہ کی طرف لپکتا ہے مگر راستہ میں رک جاتا ہے ۔ پلٹتا ہے ۔ اور کسی ناگہانی خیال سے متاثر ہو کر کہتا ہے :-

"کیا جناب نے صبح کے اخبارات میں اس ملزم کا ذکر پڑھا تھا ۔۔۔
جو پراڈموور سے بھاگ نکلا ہے؟"

جج۔ (شراب اور اخروٹوں میں منہمک رہتے ہوئے) ہاں پڑھا تھا۔

فلیچر۔ پولیس اُسے گرفتار کرنے میں ابھی تک کامیاب نہیں ہو سکی۔

جج۔ بیشک۔

فلیچر۔ (ایک لمحہ سوچنے کے بعد) اس کا نام ایڈرلی ہے۔

جج۔ رابرٹ ایڈرلی۔ آج سے دس سال قبل میں نے اُسے ایک عورت کے قتل کے الزام میں سزائے موت کا حکم سنایا تھا۔ اس کے بعد وہ پاگل مجرم قرار دیا گیا۔ اور اُسے براڈ مور بھیج دیا گیا تھا۔

فلیچر۔ مجھے سب کچھ یاد ہے۔ جناب۔ اور یہی سبب ہے کہ میں......

جج۔ (پورٹ وائن کا ایک گھونٹ بھرتے ہوئے) میں اسوقت نیا نیا جج بنایا گیا تھا۔ اور یہ قتل کا پہلا مقدمہ تھا۔ جو میرے سامنے پیش ہوا تھا۔ فلیچر کتنی عجیب بات ہے کہ اس دس سال کے عرصہ میں مجھے یہ ناخوشگوار فرض (اپنی نوع میں سے کسی کو سزائے موت سنانے کا) دوبارہ ادا نہیں کرنا پڑا۔ جب اس ملزم ایڈرلی کی سزائے موت میں تخفیف ہو گئی تو مجھے یہ اطمینان حاصل ہوا تھا۔

فلیچر۔ جی جناب۔ لیکن اب وہ آخر کار ——— کیا میں آج رات یہیں ٹھیروں؟

جج۔ (شفقت سے) شکریہ فلیچر۔

فلیچر۔ (بھوچکا رہ جاتا ہے) شب بخیر!! جناب!

[وہ جانے لگتا ہے مگر ایک بار پھر کوشش کرنی چاہتا ہے]

فلیچر۔ کھڑکی کھلی ہے جناب ؟

جج ۔ ہاں مجھے معلوم ہے ۔

فلیچر۔ کیا میں اسے بند کر دوں ۔

جج ۔ نہیں فلیچر۔ میرے خیال میں تمہیں نروائن ٹانک کی ضرورت ہے !

فلیچر (اس معاملہ کو ختم کرنے کے خیال سے) بہت بہتر جناب ۔

(فلیچر داہنے ہاتھ والے دروازے سے باہر نکل جاتا ہے۔ جج برابر اپنے اخروٹوں اور شراب میں منہمک ہے)

یکایک کھڑکی کی طرف سے ایک ہلکی سی آواز آتی ہے۔ جج بغور سنتا ہے۔ آواز پھر آتی ہے وہ ایک لمحہ تک اسے تجزیہ محسوس کرنے کے بعد چپکے سے چھوٹی میز کی طرف جاتا ہے۔ اور ایک خالی گلاس لا کر میز پر اپنے سامنے رکھ لیتا ہے۔ اب وہ اطمینان سے بیٹھ جاتا ہے۔ اور پھر اخروٹ کھانے میں مصروف ہو جاتا ہے ۔

آواز پھر سنائی دیتی ہے اور کھڑکی بڑی آہستگی اور احتیاط سے کھولی جاتی ہے۔ پھر کوئی آدمی داخل ہوتا ہے اور پردے ہٹا کر اندر جھانکتا ہے۔ جج بغیر پیچھے دیکھے ہوئے کہتا ہے :-

جج ۔ ایڈرلی ۔ آجاؤ۔ اندر آجاؤ ۔

پورٹ وائن

[ایڈرلی بڑبڑاتا ہوا ہیولے کو اپنی پشت پر کھینچ کر درست کر دیتا ہے۔
اور جج کے سر کی طرف پستول کی نالی کر دیتا ہے]

" اگر تم نے ذرا بھی آواز نکالی تو تمہاری ہی لاش پھڑکتی نظر آئے گی "

جج ۔ (نرمی سے) تم آکسفورڈ کے پرانے طالب علم ہونے کے باوجود اس قسم کی زبان استعمال کرتے ہو۔

شکر ہے کہ میں کیمبرج میں تھا ۔

ایڈرلی ۔ (غصہ سے دانت پیستے ہوئے) اس بیہودہ مذاق سے کیا حاصل !

جج ۔ آہا ۔ یہ اس سے بہتر حملہ ہے ۔

ایڈرلی (میز کے داہنی طرف ہٹتے ہوئے) تم مجھے دیکھ کر زیادہ متعجب تو نہیں ہوئے ؟

جج ۔ برخلاف اس کے میں تمہارا انتظار کر رہا تھا ۔ جب شام کو میں گھر آیا تھا تو میں نے تمہیں مکان کے اردگرد منڈلاتے دیکھا تھا ۔

ایڈرلی (حقارت سے) کسی بےگناہ کو پھانسی کا حکم سنانے کے بعد — !

جج ۔ نہیں تمہارا خیال غلط ہے ۔ ایڈرلی ۔ دو بیویوں کا قصہ تھا ۔ اور بہت ہی دلچسپ ۔ اصلی اور نقلی بیویوں کے بیانات سننے کے بعد جیوری نے فیصلہ کیا کہ مرد کو کافی سزا مل گئی ہے لہٰذا ہم نے اسے بری کر دیا ۔

ایڈرلی ۔ جہنم رسید !

پورٹ وائن

جج۔ (ایک اخروٹ توڑتے ہوئے) میرا خیال بھی ایسا ہی ہے۔

ایڈرلی۔ (غصہ سے) اگر تم نے مجھے باہر منڈلاتے ہوئے دیکھا تھا تو تم نے پولیس کو اطلاع کیوں نہیں دی؟

جج۔ اس لئے کہ میں تم سے گفتگو کرنی چاہتا تھا۔

ایڈرلی۔ (وحشیانہ پن سے) میں کسی قسم کی گفتگو کرنے کے لئے نہیں آیا ہوں۔ (پستول کی طرف اشارہ کرتے ہوئے) تمہاری تمام باتوں کا جواب میرا پستول دے گا۔

جج۔ تم پھر اکسفورڈ کا انداز اختیار کر رہے ہو؟

ایڈرلی۔ خاموش مردود۔

جج۔ (نرمی سے) یہ یقین کرتے ہوئے کہ اب میرا آخری لمحہ آن پہنچا ہے تم مجھے چند الفاظ کہنے کی اجازت دو گے؟......

کوئی جلدی نہیں میرا آدمی رات بھر کے لئے باہر چلا گیا ہے۔

ایڈرلی۔ مجھے معلوم ہے۔ میں نے خود اسے باہر جاتے دیکھا تھا۔

جج۔ لیکن جو تمہیں معلوم نہیں۔ وہ یہ ہے کہ میں نے خود اسے باہر بھیجا ہے۔

ایڈرلی۔ کیوں؟

جج۔ میں چاہتا تھا کہ ہم دونوں تنہا ہوں بیٹھو۔ ایک گلاس پورٹ وائن پیو

[وہ میز کے دوسرے سرے پر پڑی ہوئی خالی کرسی کی طرف اشارہ کرتا ہے پھر

پورٹ وائن

[بوتل اٹھا کر دوسرے خالی گلاس میں انڈیلتا ہے۔ پھر اپنا گلاس بھرتا ہے۔ ایڈرلی اسے شک و شبہ کی نظروں سے دیکھتا رہتا ہے]

ایڈرلی۔ اس میں ضرور کوئی فریب ہے لیکن خدا کی قسم تم اب میرے ہاتھ سے بچ نہیں سکتے!

جج۔ مجھے اس کا یقین ہے۔ لیکن یاد رکھو تم بھی نہیں بچ سکتے ؂

ایڈرلی (کانپتے ہوئے) نہیں میں نہیں بچ سکتا۔ وہ میرے پیچھے لگے ہوئے ہیں۔

جج۔ بیشک وہ تمہارے پیچھے ہیں۔ جب کوئی شخص ایک بار قانون کے ہتھے چڑھ جاتا ہے۔ تو وہ پھر اسے اپنے پنجہ سے کبھی نہیں نکلنے دیتا۔ یہ اس کی ہمہ گیری کے منافی ہے ؂

ایڈرلی (تلخی سے) ہمہ گیری۔ اسے کوئی ہمہ گیری حاصل نہیں ؂

جج۔ یہ صحیح ہے لیکن اسے بظاہر اپنی حیثیت ضرور برقرار رکھنی پڑتی ہے ؂

ایڈرلی۔ (خوف سے لرزتے ہوئے) وہ مجھے ضرور گرفتار کریں گے۔ میں جانتا ہوں (غصہ سے) لیکن مجھ سے قبل تمہاری باری ہے ؂

جج (تحمل سے) بیشک میں پہلے جاؤنگا۔ (پورٹ وائن کا ایک گلاس پیش کرتا ہے۔)

پیو! اسے پیو۔ اس سے تمہارا نشانہ درست رہیگا ؂

ایڈرلی۔ (مشکوک نظروں سے گلاس لیتے ہوئے) اس میں کوئی چیز تو نہیں؟

جج - (مذاقیہ لہجہ میں) ہے کیوں نہیں - پورٹ !

ایڈرلی - (ابھی تک شک و شبہ میں) پہلے آپ تو پئیں - دیکھوں !

جج - (مسکراتے ہوئے) شیطان ! (پی جاتا ہے)

[ایڈرلی جج کو پیتے ہوئے دیکھتا رہتا ہے - پھر یکایک فیصلہ کن انداز میں اپنا گلاس اٹھا کر غٹا غٹ پی جاتا ہے اور اس کا مزہ لیتے کے لیے ہونٹوں کو چاٹتا ہے]

ایڈرلی - خوب ہے - (پھر پیتا ہے)

جج - میں خوش ہوا کہ تم نے اسے پسند کیا - یہ بہترین انگوروں سے کھینچی گئی تھی مگر اب اس کا ذخیرہ تمام ہونے کو ہے :

ایڈرلی کی جرأت شراب کے استعمال کے بعد پھر تازہ ہو جاتی ہے - اور وہ پستول اٹھا کر جج کی طرف کر دیتا ہے - اور اکھڑپن سے کہتا ہے :-

" دیکھو اس سے پہلے کہ میں اپنا پستول استعمال کروں مجھے ایک سوال کا جواب دو ! "

جج - (مسکراتے ہوئے) ہاں بعد کو تو جواب دے ہی نہیں سکتا :

ایڈرلی (اس وقفہ کو غیر محسوس سمجھتے ہوئے) میں نے یہ ہمیشہ محسوس کیا ہے کہ جب تم نے مجھے سزائے موت دی تھی - تو تم جانتے تھے کہ میں بے گناہ تھا - کیا یہ صحیح ہے ؟

پورٹ وائن

جج ۔ ایک جج سے اس قسم کا سوال کرنا بے معنی ہے ۔ خواہ مقدمہ کسی نوعیت کا ہو۔ سزا کا انحصار جیوری کے فیصلہ پہ ہوتا ہے

ایڈرلی (چیختے ہوئے) تم کو معلوم تھا یا نہیں کہ میں مجرم نہیں تھا ٭

جج (جلدی سے) تم مجرم نہیں تھے ٭

ایڈرلی ۔ میرے خدا !

جج ۔ بیٹھ جاؤ ۔ زیادہ جوش میں نہ آؤ ٭

ایڈرلی ۔ تمہیں معلوم ہے کہ میرا بیان کیا تھا ٭

جج ۔ اچھی طرح ۔ تم نے کہا تھا کہ تم جسوقت اس عورت کے کمرے میں پہنچے تو تم نے اسے مردہ پایا ۔

ایڈرلی ۔ اور یہی حقیقت تھی ٭

جج ۔ مجھے معلوم تھا کہ یہ صحیح ہے ٭

ایڈرلی ۔ کیونکر ...... ؟

جج ۔ اس لئے کہ میں نے اس عورت کو قتل کیا تھا ٭

ایڈرلی (حیرت زدہ ہو کر) تم ! تم نے اُسے قتل کیا تھا ؟

[اپنی کرسی پر گرتا ہے ۔ سر سے پاؤں تک اس کا جسم لرز رہا ہے ۔ جج برابر باتیں کئے جاتا ۔ اور اخروٹ توڑ کر کھاتا جاتا ہے]

جج ۔ میں ایک کامیاب بیرسٹر تھا اور عدالتی اعزاز کا مستحق ۔ یہاں تک کہ میں نائٹ

بنادیا گیا۔ میں ان تمام ججوں میں سب سے کم عمر تھا۔ جو طبقہ وکلا سے منتخب کئے گئے تھے۔ یہ چند دنوں میں سُن رہا تھا۔ کہ عنقریب میں جج بنادیا جاؤنگا۔ یہ عورت جو میری ابتدائی حماقتوں میں سے ایک تھی۔ میرے لئے مصیبت بن رہی تھی۔ اُسے مجھ پر ایک قسم کی گرفت حاصل تھی۔ وہ میرے ماضی سے تعلق رکھتی تھی اور تم جانتے ہو کہ کسی کا ماضی بھی شک و شبہ سے خالی نہیں ہوتا مختصر یہ کہ وہ ایک رکاوٹ تھی۔ جسے میں نے اپنے راستہ سے ہٹادیا۔

ایڈرلی (جو اس حقیقت کو سُنکر متعجب رہ گیا تھا) تم نے اُسے قتل کیا؟

جج۔ ہاں لیکن اس وقت جب اس نے دلائل و براہین کو سُننے سے انکار کر دیا تھا۔ پھر تم درمیان میں کود پڑے۔ مجھے اس کا خیال تک نہ تھا۔ تم بھی اسی کشتی میں سوار ہو۔

ایڈرلی (وحشیانہ انداز میں) تم جانتے تھے۔ کہ میں بے گناہ تھا اور پھر بھی تم نے مجھے مصیبت میں پڑا رہنے دیا۔

جج۔ بیشک بے گناہ! حقیقت میں بے گناہ! لیکن تم اس کے کمرہ میں قتل کی نیت سے گئے تھے۔ (ایڈرلی پر نظریں جما کر) کیا تم اس نیت سے نہیں گئے تھے۔

ایڈرلی (نیچی نظروں سے دھیمی آواز میں) ہاں۔

جج۔ بہت خوب۔ بات صرف اتنی ہے کہ میں تم سے پیشتر پہنچا تھا۔ (مسکراتے ہوئے) اور تم سے پہلے یہ میری عادت ہے۔

پورٹ وائن

ایڈرلی ۔ خدایا! (ٹکٹکی باندھ کر دیکھتے ہوئے) تم بہت ہی سخت آدمی ہو ۔

جج ۔ زندگی اور عورت! اس نے مجھے سخت تر بنا دیا ہے۔ یا مجھے یہ کہنا چاہیئے کہ دو عورتوں نے ۔
ایک خراب تھی جسے میں نے مار ڈالا۔ دوسری زندہ رہنے کے لیے مستقی۔ مگر اس نے ایک پادری سے نکاح کر لیا ۔
تھوڑی پورٹ اور۔ آؤ۔ لاؤ اپنا گلاس میری طرف کرو ۔

ایڈرلی بڑی چالاکی سے اپنا گلاس بڑھاتا ہے۔ جج اسے لینے کے لیئے ہاتھ بڑھاتا ہے مگر ایسی تدبیر کرتا ہے۔ جس سے وہ اس کی انگلیوں سے پھسل کر زمین پر گر پڑتا ہے ۔

جج (مسکراتے ہوئے) کسی چیز کے پنجہ سے نکل جانے کو قانون پسند یدہ نظروں سے نہیں دیکھتا۔ خیر کچھ پروا نہیں ۔ میں تمہارے لیئے دوسرا گلاس لاتا ہوں۔ وہ دوسری میز کی طرف جاتا ہے اور بغیر ارادہ کے اپنا گلاس بھی اٹھائے لیئے جاتا ہے ۔

ایڈرلی (خود بخود) تم نے اسے مار ڈالا۔ خدایا۔ تم نے اسے مار ڈالا اور مجھے مصیبت میں پڑنے دیا ۔

جج (دوسری میز سے ایڈرلی کی طرف پشت کیئے ہوئے) لیکن تم اس حقیقت کو فراموش نہ کر دینا کہ یہ میری کوششوں کا نتیجہ تھا جو تمہاری سزا میں تخفیف

ہوئی تھی ۔

جج دونوں گلاس ہاتھ میں لیے ہوئے پلٹتا ہے ۔ اور یہ کونسی بات تھی جس نے مجھے اپنا گلاس بھی دوسری میز تک لے جانے پر مجبور کر دیا تھا ۔

ایڈرلی تم سچ کہتے ہو ۔ قانون کی آنکھیں نہیں ۔ (ایک گلاس ایڈرلی کو دیتا ہے ۔ اور بوتل اٹھاتا ہے)

{ ایڈرلی ایسے انداز میں جج کی طرف دیکھتا ہے گویا وہ سحر زدہ ہے ۔ گلاس لے لیتا ہے }

جج ۔ تو ۔ ہم اس دوست کی یاد میں جام صحت نوش کریں ۔ جو ہم دونوں کا یکساں دوست تھا ۔ ڈولرس اس کا نام تھا ۔ یہی تھا نا ۔ بیشک یہ اس کا اصلی نام نہ تھا ۔ اس کی ذات کی طرح اس کا نام بھی ہرجائی تھا ۔

گلاس اٹھاتے ہوئے ۔ " یہ ہے اس کے نام کی یاد میں ۔ خواہ کچھ بھی ہو ۔

[چسکی لیتا ہے اور ایڈرلی کی طرف دیکھتا ہے]

ایڈرلی ساکن بیٹھا ہے ۔ " کیا تم نہ پیو گے ؟ "

ایڈرلی ایک لمحہ تک اس کی طرف دیکھتا ہے ۔ پھر گلاس اٹھا کر لبوں تک لے جاتا ہے ۔

جج ۔ (مسکراتے ہوئے) برانڈی واپس جانے سے بہتر ہے ۔

ایڈرلی (کسی ناگہانی خطرہ کو محسوس کرتے ہوئے وحشت سے) تمہارا مطلب ؟

پورٹ واش

جج - اسٹرکنیا - تمہاری زندگی کے صرف دو منٹ باقی ہیں ۔

ایڈرلی (گلاس فرش پر ٹپکتے ہوئے اور اٹھ کر اپنا پستول سنبھالتے ہوئے) بد معاش

جج - (آرام سے) اوہو کچھ فکر نہ کرو - میں پہلے مرونگا - جیسا کہ میں نے تم سے وعدہ کیا تھا - اگر میں نہ مروں تو تم مجھے پستول کا نشانہ بنا سکتے ہو ۔

ایڈرلی (سرگوشی کے انداز میں) تم نے یہ کیا کیا ؟

جج - (متانت سے) کیونکہ میں تنگ آگیا تھا - زندگی سے چھوٹے سے ایک سفید مجسمہ بننے سے جس کے سر پہ مصنوعی بالوں کی سفید سفید ٹوپی ہوتی ہے - جب میں نے سنا تھا کہ تم فرار ہو گئے ہو تو میں خوش ہوا تھا - میں جانتا تھا کہ تم مجھے ڈھونڈ نکالو گے - اور خوب جانتا تھا کہ مجھے مار ڈالو گے - اور مجھے خودکشی سے بچا لو گے - پھر میں نے یکایک فیصلہ بدل دیا - کیا میں سچ سچ نہیں بتا دوں - میرا مطلب یہ تھا کہ ہم دونوں ساتھ مریں - کیا یہ محسوس کرنا اچھا نہیں کہ ہم دونوں ساتھ مریں - کیا یہ محسوس کرنا اچھا نہیں کہ ہم دونوں ملکر آسمانوں کی طرف جا رہے ہیں ۔

[جج ذرا پیچھے ہٹتا ہے - ایڈرلی مبہوت انداز میں اسکی طرف دیکھتا ہے - اور پستول اُس کے ہاتھ سے آہستہ آہستہ نیچے کی طرف جھک جاتا ہے]

جج - مجھے یقین ہے - ہم ڈیڑھ منٹ میں آسمان پر ملیں گے - جہاں ہم دونو جا رہے ہیں -

[وہ پھر کوشش سے فقرہ دہراتا ہے - پھر کرسی کی طرف ہٹتا ہے - اور آہستہ

لوپرٹ وائن

آہستہ سے کرسی پہ گر پڑتا ہے۔ ایڈرلی ایک سحر زدہ انسان کی طرح
اس کی طرف حیرت سے دیکھ رہا ہے }

" وہ ہم دونوں میں سے ایک کو انتخاب کرے گی۔ معلوم نہیں کسے۔ آکسفورڈ
یا کیمبرج ـــــ "

وہ کرسی پر پیچھے کی طرف جھک پڑتا ہے پھر گردن آگے کی طرف جھک جاتی ہے
[ایڈرلی خوفزدہ ہو کر اُسے دیکھتا ہے اور پستول اس کے ہاتھ سے گر پڑتا ہے)
پھر وہ اپنے گلے کو پکڑ لیتا ہے۔ گویا اس پر بھی زہر اثر کرنے لگا ہے وہ گلے میں
خشکی محسوس کرتا ہے۔ وہ تازہ ہوا کے لیے کھڑکی کی طرف دوڑتا ہے۔ پھر
ایک طرف آتا ہے۔ اور کھڑکی پہ چڑھ کر چھلانگ مار کر غائب ہو جاتا ہے۔
مکان کے باہر بہت سے آدمیوں کی آوازیں سنائی دیتی ہیں۔ ایک شور وغل
ہے۔ لیکن آوازیں صحیح طور پر سمجھ میں نہیں آتیں]

جج بہ اطمینان اٹھتا ہے۔ سنتا ہے اور پھر بوتل اٹھا لیتا ہے اور ایک گلاس
بھرنے لگتا ہے۔ اس کا ہاتھ خفیف طور پر لرزتا ہے گویا اس امتحان کے
کچھ اثرات ابھی اس پہ باقی معلوم ہوتے ہیں جس میں سے ابھی ابھی وہ گزرا ہے
کمرے کا دروازہ زور سے کھلتا ہے۔ اور فلیچر دوڑتا ہوا اندر داخل ہوتا ہے۔

فلیچر (فکرمندی سے) کیا آپ بالکل محفوظ ہیں ؟

جج۔ (بوتل ہاتھ سے رکھتے ہوئے) بالکل محفوظ۔ فلیچر۔ مگر قدرے درشت ۔

فلیچر۔ انہوں نے اسے پکڑ لیا ہے (کھڑکی کی طرف اشارہ کرتا ہے)

جج۔ (ہمدردانہ لہجہ میں) غریب ایڈرلی (گلاس اٹھاتا ہے) اور سُرخ شراب کے شوخ رنگ میں کھو جاتا ہے۔

"یہ کس قدر تعجب خیز امر ہے کہ ایک صحیح دماغ انسان کی مسلسل گفتگو۔ ایک ماؤف دماغ پر اثر کئے بغیر نہیں رہتی!

فلیچر۔ (بغیر سمجھتے ہوئے) بیشک حضور۔

جج۔ دوسرے الفاظ میں۔ جب تمہیں کسی جنونی سے واسطہ پڑے جس کے ہاتھ میں بھرا ہوا پستول ہو۔ تو باتیں کرنی کبھی نہ بند کرو۔ فلیچر کیا تم نے کبھی الف لیلے پڑھی ہے؟

فلیچر (سوال سے حیران رہ کر) ہاں جناب۔ سرتاسر کذب سے لبریز ہے۔

جج۔ ہوگی؟ (معنی خیز انداز میں)

(پورٹ پیتا ہے)

(ڈراپ سین)

ایجنٹ
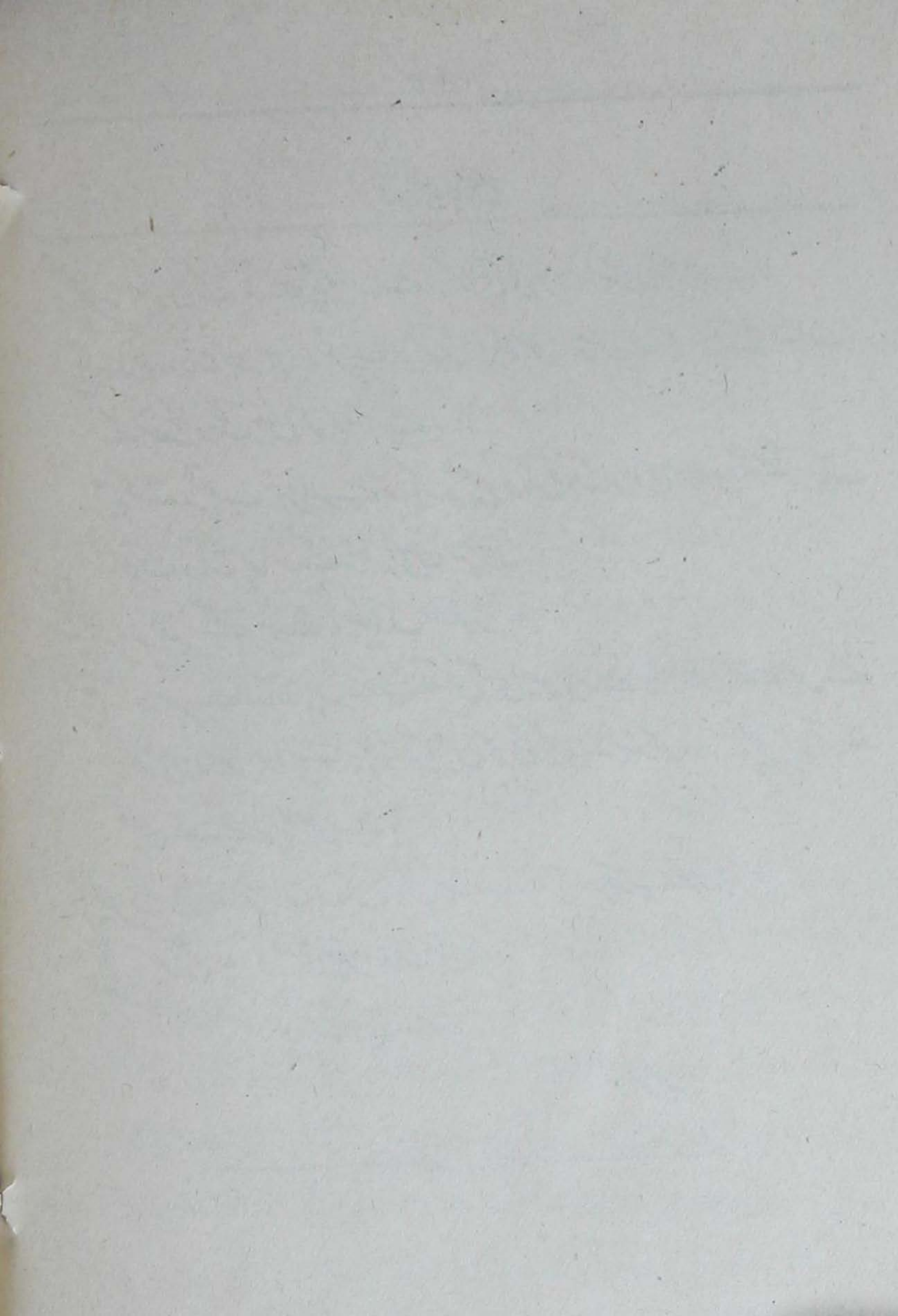
(۲ افراد ڈرامہ)

ایک عورت — ایک مرد

منظر

(سیرگاہ کا تنہا گوشہ — گرمیوں کی صبح ایک بنچ)

ایک عورت اٹھلاتی ہوئی آتی ہے۔ دزدیدہ نگاہوں سے اپنے پیچھے آنیوالے مرد کو دیکھتی ہے اور بنچ پر بیٹھ جاتی ہے ؛

ایک خوش وضع خوش لباس مرد آتا ہے قریب پہنچ جاتا ہے تو عورت اپنے پاؤں سے گرگابی اتارتی ہے۔ اور پاؤں میں درد کا بہانہ کرتی ہے مرد سامنے آکر ٹھیر جاتا ہے اور اس کے پاؤں کی طرف دیکھتا ہے ؛

مرد — کیا ہوا؟

عورت — معلوم نہیں میں ساحل کے پاس سیر کر رہی تھی کہ یکایک مجھے اپنی ایڑی

میں تیز درد محسوس ہوا ؂

مرد۔ شاید کسی کیڑے نے کاٹ کھایا ہوگا۔

عورت۔ تمہیں مذاق کی سوجھی ہے اور میرے پاؤں میں درد ہو رہا ہے۔

مرد۔ اوہو! درد! مجھے افسوس ہے ؂

عورت۔ میرے خیال میں کانٹا لگ گیا ہوگا ؂

مرد۔ لائیے میں دیکھوں ؂

(عورت گرگابی مرد کے ہاتھ میں دے دیتی ہے)

عورت (شرمگیں ادا سے) ایک سلیپر جانے سے میں سنڈریلا کی طرح محسوس کرتی ہوں ؂

مرد۔ (خوش ہو کر) اور میں اس افسانے کا ہیرو فیری پرنس ہوں۔ لیکن تم اتنے تنگ سلیپر کیوں پہنتی ہو؟

عورت (خشمگین انداز میں ایک پاؤں پر کھڑے ہو کر اور دونوں ہاتھ کمر پر رکھ کر) کیا تمہارا خیال ہے کہ میرے سلیپر تنگ ہیں؟

مرد۔ ابھی آپ خود ہی کہہ رہی تھیں کہ وہ تکلیف دیتے ہیں ؂

عورت۔ لیکن وہ اگر بڑے ہوتے تو مجھے ان کے باندھنے کی ضرورت پڑتی ؂

مرد۔ لیکن کبھی عورتوں نے خود نمائی پر آرام کو ترجیح بھی دی ہے؟

عورت۔ دوسرے الفاظ میں تم یہ کیوں نہیں کہتے کہ میں جھوٹی ہوں ؂

ایجنٹ

مرد- (عذر خواہی کے انداز میں) میری پیاری میرا یہ مطلب نہیں ؎

عورت - لاؤ میرا سلیپر ادھر دو- میں یہاں ایک منٹ کے لئے بھی ٹھیرنا پسند نہیں کرتی ؎

مرد - اوہو- تم یونہی کھسیانی ہو رہی ہو ؎

عورت (چلنے کے لئے اٹھتی ہے) تم ایک وحشی بد تہذیب انسان ہو ؎

مرد - ایک منٹ کے لئے ٹھیریے- معاف کیجیے- میرا مقصد آپ کو کسی قسم کا رنج پہنچانا نہ تھا ؎

عورت- آپ میں کوئی بھی شریفانہ انداز نہیں- ؎

مرد- میں صدق دل سے معافی چاہتا ہوں ؎

عورت (بیٹھ جاتی ہے) آپ سے کسی قسم کی توقع نہیں کی جا سکتی ؎

مرد- کیا میں اس درجہ بُرا ہوں ؎

عورت- بہت بُرے- تمہیں تو ایک حسین دوشیزہ سے گفتگو کرنے کی بھی تمیز نہیں- تم کو تو یہ بھی معلوم نہیں- کہ لباس کیسا پہننا چاہئیے- ذرا دیکھو اپنی طرف ؎

مرد - (اپنے کپڑوں کو ٹٹولتے ہوئے) میرے لباس کو کیا ہوا- اچھا بھلا ہے ؎

عورت- کیا تم اپنے آپ کو ایک خوش پوش آدمی سمجھتے ہو- ذرا اپنی ٹائی کی طرف دیکھو- گلے کا لباس دیکھنے کے لئے ہوتا ہے نہ کہ سونگھنے کے لئے ؎

ایجنٹ

مرد۔ یہ ٹائی میں نے پانچ ڈالر میں خریدی تھی ؛

عورت۔ ہوگی۔ مگر تمہارے یہ بٹن سے کاج بہت اچھے ہیں۔ ان کا سرخ سُرخ رنگ تم پر ایک قبرستان کے منتظم ہونے کا شبہ ڈالتا ہے ؛

مرد۔ (متعجب ہو کر) کوئی چیز بھی پسند نہیں۔ سب غلط ؛

عورت اور سب سے بڑی چیز تمہارے ناشائستہ اطوار ہیں ؛

مرد۔ آج تک کسی شخص نے میرے اطوار پر حرف نہیں رکھا ؛

عورت۔ کیونکہ آج تک تمہیں کوئی ایسی ہستی نہیں ملی تھی جو اس قدر آزاد اور حق گو ہوتی۔ کہ تمہارے عیب تمہارے منہ پر کہہ سناتی۔ اس میں شک نہیں کہ تم ایک ایسے انسان ہو جسے مقتدر سوسائٹی میں نقل و حرکت کرنے کا موقع ملتا رہا ہے لیکن باوجود اس کے تم بہت ناقص ہو ؛

مرد۔ کن کن باتوں میں ناقص ہوں ؛

عورت۔ مثلاً جب میں یہاں آئی تھی۔ تو میرے پاؤں میں تکلیف تھی۔ اس میں شدت کا درد ہو رہا تھا۔ مگر تم نے اپنی ٹوپی پر سے گرد جھاڑنے کے برابر بھی پروا نہ کی ؛

مرد کیا میں نے پوچھا نہیں تھا ؟

عورت اسی بات کا تو رونا ہے کہ تم نے پوچھا تک نہیں۔ یہ باتیں آداب معاشرت میں شامل ہیں۔ جن کا عورتیں برابر خیال رکھتی ہیں ؛

ایجنٹ

مرد۔ مجھے افسوس ہے۔ میں سخت نادم ہوں ؛

عورت۔ جب آپ نے میرے ساتھ گفتگو شروع کی تھی۔ تو بجائے اس کے کہ آپ مجھ پر ایک شریف اور مہربان انسان ہونے کا اثر ڈالتے اور ایک تکلیف میں مبتلا خاتون کی امداد کرتے۔ تم نے الٹا مجھ پر تنگ سلیپر پہننے کا الزام لگایا۔ گویا میرے پاؤں بڑے سے بڑے ہیں ؛

مرد۔ (سرکشی سے) لیکن اکثر عورتیں تنگ سلیپر پہنتی ہیں ؛

عورت۔ جب تم اس قسم کی باتیں کرو گے تو کبھی عورتوں کے ساتھ کامیاب نہیں ہو سکتے ؛

مرد۔ میں نے کوئی بری بات نہیں کہی ؛

عورت۔ مجھے تو ایسے آدمی کی خواہش ہے۔ جو برمحل گفتگو کرنا جانتا ہو ؛

مرد۔ معلوم ہوتا ہے کہ تمہیں "آداب معاشرت" کا خبط ہے ؛

عورت۔ یہ اس لئے ضروری ہے کہ آپ آداب معاشرت ہماری سوشل ترقی کے لئے ریڑھ کی ہڈی ہوتے ہیں ؛

مرد۔ خیر میں یہ جانتا ہوں کہ آپس میں کس طرح سے ملنا جلنا چاہئے ؛

عورت۔ مجھے یقین نہیں

مرد۔ کیوں نہیں ؟

عورت۔ میں ثابت کر دکھاؤنگی کہ تم نہیں جانتے ؛

ایجنٹ

عورت (ڈرامہ کے انداز میں) آؤ ہم فرض کریں کہ ہم ایک ایسی سوسائٹی میں موجود ہیں۔ تمہاری سوشل اور مالی حالت جسکی مقتضی ہے۔ میزبان تمہارے سامنے اپنی چچی کو تعارف کے لئے پیش کر رہا ہے۔ عین اسوقت تمہیں چھینک آجائے بتاؤ تو تم کیا کرو گے؟

مرد۔ کیا کرونگا میں۔ چھینک لونگا۔

عورت (فتحمندانہ انداز میں) دیکھا میں نے پہلے ہی کہا تھا۔ کہ تم کچھ نہیں جانتے

مرد۔ اچھا تم کیا کرو گی؟

عورت۔ میں کیا کرونگی۔ سنو۔ میں اس تعارف کی رسم کو خاموشی کے ساتھ جھک کر قبول کرونگی۔ اور پھر ایک طرف منہ کر کے اپنا رومال نکال کر چھینک لونگی۔ یہ ہے وہ ترکیب جس پر مہذب انسان عمل پیرا ہوتے ہیں

مرد۔ مگر چھینک تو آناً فاناً بلائے ناگہانی کی طرح آتی ہے

عورت۔ واہ! اچھا تو کیا تم جانتے ہو کہ مہمانوں کا کس طرح سے استقبال کرنا چاہیئے؟

ان کے آرام و آسائش کے لئے کونسا طریقہ اختیار کیا جاتا ہے؟ جب آپکے دوست آپ کے مکان پر تشریف لاتے ہیں۔ تو آپ کیا کرتے ہیں

مرد۔ میں انہیں سگار دیا کرتا ہوں۔ پھر ان سے پوچھتا ہوں کہ وہ کیا پئیں گے

عورت۔ صرف اس قدر کافی نہیں۔ اچھا اگر تمہارا کسی خاتون کے گون پر

پاؤں پڑ جائے۔ تو تم کیا کرو گے ؟

مرد۔ میں خوش ہونگا۔ زہے قسمت۔

عورت۔ اچھا میں تمہارا ایک اور امتحان لیتی ہوں۔ فرض کرو کہ تم ایک نوجوان حسینہ کے ساتھ مصروف گلگشت ہو۔ یہیں میں تمہیں ملجاتی ہوں۔ میں تمہاری دوست ہوں لیکن وہ دوسری حسینہ مجھے ناپسند کرتی ہے۔ اس وقت تم کیا کرو گے۔ مجھ سے ملو گے یا نہیں ؟

مرد۔ اس امر کا فیصلہ صرف اس پر منحصر ہے کہ تم زیادہ خوبصورت ہو یا وہ ؟

عورت۔ بالکل نہیں۔ اس معاملہ کا خوبصورتی سے کوئی تعلق نہیں۔ یہ تو آداب معاشرت کا ایک سیدھا سادھا سوال ہے۔ یاد رکھو کہ آداب معاشرت ایک زرہ بکتر کی طرح ہے ؟

مرد۔ مجھے یاد ہے کہ تم نے کہا تھا کہ آداب معاشرت ریڑھ کی ہڈی ہے ؟

عورت۔ ہاں ہاں ریڑھ کی ہڈی بھی۔ زرہ بکتر بھی۔ یہ انسان کو تمام مشکلات سے بچاتے ہیں۔ تذبذب اور بے اعتمادی کو دور کرتے ہیں۔

مرد۔ تم کس قسم کی عورت ہو ؟

عورت۔ تم معلوم کر سکتے ہو ؟

مرد۔ میں کیسے معلوم کر سکتا ہوں ؟

عورت۔ سلیقہ اور تہذیب کے ساتھ ؟

ایجنٹ

مرد۔ افسوس ہے کہ میں زیادہ باتونی نہیں ۔

عورت۔ جب تک تم یہ بات حاصل نہ کروگے تم کبھی کامیاب نہیں ہو سکتے

مرد۔ اچھا مجھے سکھاؤ ۔

عورت۔ ایک منٹ میں۔ افسوس ہے کہ تم کچھ بھی نہیں جانتے۔ تم آئس کریم چمچہ سے کھاتے ہو یا کانٹے سے۔ روٹی پر مکھن لگاتے ہو یا مکھن پر روٹی۔ تربوز کھاتے ہو تو اس کے بیجوں کو کیا کرتے ہو۔ کیا تم نے کبھی سرِ عام کھانے میں شرم محسوس کی ہے ؟

مرد۔ میں آئندہ شرم محسوس کیا کرونگا ۔

عورت۔ شاید تم ایسی باتوں سے بے نیاز ہو۔

اچھا ایک منٹ کے لئے دوسری طرف منہ کرو۔ اور میں تمہیں ان سوالات کا جواب بتلاؤنگی۔ جو انسان کو معاشرتی دنیا میں پیش آتے رہتے ہیں۔ اس طرف مت دیکھو۔ اُدھر منہ رکھو۔ اُدھر۔

(مرد دوسری طرف منہ پھیر لیتا ہے اور عورت اپنے چھوٹے کوٹ کی جیب سے ایک کتاب نکالتی ہے)

عورت۔ یہ ہے آداب معاشرت سکھلانے والی کتاب ۵۴۵ صفحات۔ ۳۷ رنگین تصاویر۔ انڈیا پیپر۔ مکمل فہرست مضامین۔ ایک فرہنگ۔ مراکو چمڑے کی جلد۔ صرف ۲۴ ڈالر میں آپ کے گھر پہنچا دی جائے گی ۔

ایجنٹ

مرد۔ میرے خدا کتابوں کی ایجنٹ ؟!

عورت۔ کوئی مرد۔ عورت یا بچہ اس کے بغیر نہیں رہ سکتا۔ آپ کو کیا معلوم کہ کھانے کے کمرے میں کیسے جانا چاہیئے۔ ناچ میں کونسی پوزیشن اختیار کی جائے۔ میرے دوست تمہیں اس کی سخت ضرورت ہے سخت ؛

مرد۔ میرا بھی خیال ہے کہ مجھے اس کی سخت ضرورت ہے ؛

عورت۔ نوٹ بک نکال کر۔ تمہاری یہی بات مجھے پسند آئی ہے۔ لیجئے یہاں اپنا پورا پتہ لکھیے۔ اور یہاں دستخط ——

مرد۔ تمہیں فروخت کرتے ہوئے دیکھ کر ہی اس کی قیمت وصول ہو جاتی ہے تم تو اجاڑ بیابان میں چھتریاں بھی فروخت کر سکتی ہو۔

عورت۔ بہت بہت شکریہ۔ آئندہ ہفتے کتاب آپ کو مل جائے گی۔ ہمیں آرڈروں کی تعمیل میں ذرا دیر ہو جایا کرتی ہے ؛

مرد۔ کیا اس کتاب سے معلوم ہو سکتا ہے کہ اگر ایک لڑکی..... میرا مطلب یہ ہے کہ اگر ایک لڑکی.............

عورت۔ نہیں کتاب میں اس قسم کی باتیں درج نہیں ہیں ؛

مرد۔ مگر مجھے تو اسی چیز کی ضرورت ہے ؛

عورت۔ اس سوال کا جواب تمہیں لڑکی ہی سے پوچھنا چاہیئے ؛

مرد۔ اچھا میں پوچھتا ہوں کیا تم میرے ساتھ لنچ کھاؤ گی ؛

ایجنٹ

عورت ۔ کس جگہ ؟

مرد ۔ جس جگہ تم پسند کرو ۔ گلوب ۔ امپریل وغیرہ

عورت ۔ میں ان جگہوں میں جانا نہیں چاہتی ۔ کیا تمہیں کسی باقاعدہ جگہ کا علم ہے ؟

مرد ۔ (متعجب ہو کر) میں نے کبھی خیال نہیں کیا ؟

عورت ۔ کیا تمہارا خیال ہے کہ میں محض آدابِ معاشرت کے خیال سے تمہارے ساتھ جاؤنگی ۔ نہیں بلکہ کاروباری اوقات کے بعد آرام کی ضرورت ہوتی ہے ۔ اس لئے آؤ ہم کسی کباب کوفتہ والے کے مکان پر چل کر پیاز اور کباب اڑائیں ؟

(پال ہالوے)

عورت کی عدالت

(افراد ڈرامہ)

جج .... ایک عورت

سرکاری وکیل .... "

وکیل ملزم .... "

جیوری .... بارہ عورتوں پر مشتمل ہے

دو چپراسی .... دونوں عورتیں

قیدی .... ایک مرد

منظر

عدالت کا کمرہ۔ جیوری کی جگہ بارہ کرسیوں پہ بارہ عورتیں بیٹھی ہیں۔ جج کی کرسی پر ایک عورت بیٹھی ہے۔ سرکاری وکیل کی جگہ ایک عورت کھڑی ہے۔ وکیلِ ملزم کی جگہ بھی ایک عورت موجود ہے۔ کچھ تماشائی عدالت کے

عورت کی عدالت

کمرہ میں مقدمہ کی کارروائی سننے کو بیٹھے ہیں ؛

دونوں چپراسی (ایک زبان) عدالت شروع ہوتی ہے (تین بار)

جج (ایک عورت) جیوری کی محترم بہنو! آپ نے اس پاجی ۔ خونی ۔ وحشی امیر کے خلاف شہادت سُن لی!

جیوری (تمام عورتیں ایک زبان) جی ہاں جج صاحب وہ مجرم ہے ؛

جج ۔ ذرا صبر کیجیے ۔ ملزم کو موقع دیجیے ۔ پہلے ذرا سرکاری وکیل کو مقدمہ کی روئداد سنانے دیجیے ۔ پھر آپ کا فرض ہے کہ وکیل مدافعت کے دلائل پہ غور کریں ۔ اگر کوئی دلیل اس کے پاس ہو تو! کیونکہ میں نہیں سمجھ سکتی کہ ایسے ملزم کے لیے اس کے پاس کوئی دلیل ہوگی ؛

جیوری ۔ بہت ٹھیک ۔ بہت ٹھیک ۔

جج ۔ چپراسی ؛

چپراسی ۔ جی حضور ؛

جج ۔ قیدی کو اندر لاؤ ؛

ملزم کا وکیل (ایک عورت) مجھے اس پر اعتراض ہے ؛

جج ۔ کیوں ؟

وکیل ۔ ملزم کی شکل و صورت اس کے خلاف اثر ڈالتی ہے ؛

جج ۔ یہ اعتراض خلافِ قانون ہے ؛

وکیل ۔ اور اس لیئے بھی کہ اس کی نگاہوں میں گناہ کوٹ کوٹ کر بھرا ہوا ہے
اور پاکباز جیوری ؛

جج ۔ (ٹوک کر) کچھ حرج نہیں۔ چپڑاسی! ملزم کو حاضر عدالت کرو ؛
(دونوں چپڑاسی ملزم کو اندر لاتے ہیں)

[ملزم تند خو اور وحشی معلوم ہوتا ہے۔ بھڑکیلا کوٹ پہنے اور سُرخ نکٹائی
لگائے ہوئے ہے ؛]

جیوری ۔ (ملزم کو دیکھتے ہی یک زبان ہو کر) بیشک یہ مجرم ہے ؛

جج ۔ ٹھیریئے۔ اتنی جلدی نہیں۔ بیشک یہ مجرم ہے۔ لیکن مجرم قرار دینے
سے پیشتر اسے مدافعت کا پورا پورا موقعہ دینا چاہیئے۔ اب آپ سرکاری
وکیل کی روئداد سُنیئے۔
(سرکاری وکیل سے مخاطب ہو کر) بولیئے۔ کہیئے اسے دوزخ میں
جھونکیئے ؛

سرکاری وکیل ۔ جیوری کی معزز بہنو!

جج ۔ "بہنو" کا لفظ خلاف قانون ہے۔ وکیل اور جیوری میں کوئی ہم جنسی
نہیں ہوتی۔ معزز خواتین" کہو ؛

سرکاری وکیل ۔ "بہت اچھا۔ جیوری کی معزز خواتین!"
میرا پہلا سوال یہ ہے کہ جس آدمی کا چہرہ ایسا بھیانک ہو کیا وہ پھانسی کے

تختے پر لٹکائے جانے کے قابل نہیں ؎

جیوری۔ (بیک زبان) درست! درست!!

سرکاری وکیل۔ ذرا اس کا لباس دیکھئے ؎

جیوری۔ (بیک زبان) وحشت خیز!

سرکاری وکیل۔ اس کی نکٹائی ملاحظہ فرمایئے ؎

جیوری (بیک زبان) دہشت خیز ؎

سرکاری وکیل۔ اور صرف یہی نہیں بلکہ میں اس کے دیگر جرائم بھی ایک ایک کر کے گنواؤنگی۔ ۲۰۔ اپریل کو یہ مجسم شیطان اپنی بوڑھی چچی کے سونے کے کمرے میں داخل ہوا۔ اور.......

جج۔ ٹھہریئے۔ کیا میں تمام حاضرین کو عدالت کے کمرہ سے نکل جانے کا حکم دوں۔

سرکاری وکیل۔ نہیں۔ کچھ مضائقہ نہیں۔ میں اپنی تقریر مخرب اخلاق باتوں سے پاک رکھونگی ؎

(سلسلہ کلام کو جاری رکھتے ہوئے) اور یہ ذلیل یہ انسان صورت شیطان بیرن اپنی چچی کے کمرہ میں آدھی رات کے وقت داخل ہوا۔ اور اسے لوہے کی سلاخ سے پیٹتے پیٹتے جان سے مار ڈالا۔

(جیوری نے کاغذ پر مجرم کا جرم درج کیا)

ملزم ۔ مگر یہ تمام مذاق تھا !

سرکاری وکیل ۔ خاموش ۔ پاجی ۔

اور محترم بیگمو! یہی نہیں بلکہ ۴ ۔ اپریل کو یہ درندہ اپنی دادی اماں کے کمرہ میں جا گھسا ۔ اور اس سفید بالوں والی نیک خاتون کا سر آتشدان پر دے مارا ؛

ملزم ۔ وہ کبھی میرا مذاق برداشت نہیں کر سکی ؛

سرکاری وکیل ۔ خاموش بدبخت ۔

جج ۔ آگے بیان کرو ؛

سرکاری وکیل ۔ اور صرف یہی نہیں ۔ وہ غریب بوڑھی سفید بالوں والی دادی اماں اس صدمہ سے مرگئیں ۔ کیونکہ اسے آتشدانوں سے ٹکرائے جانے کی عادت نہ تھی ۔ اور اس پر بھی اس جرائم کے مجسمہ کی تسلّی نہیں ہوتی ۔ اس نے وہاں سے باہر نکلتے ہی غریب خانہ کی صندوقچی توڑ کر تمام پیسے نکال لیئے اور ان پیسوں سے مٹی کا تیل خرید کر ایک یتیم خانہ کی عمارت جلا کر خاکستر کر دی ۔ میں یہ تمام الزامات اس سے بیشتر ثابت کر چکی ہوں چشم دید گواہ موجود ہیں ۔ اور ملزم نے اقبال نامہ پر اپنے دستخط بھی ثبت کر دیئے ہیں ۔ ؛

یہ ہے مقدمہ کی روئداد ۔ بس اس کے متعلق جیوری کی محترم خواتین

کے فرائض کی ادائیگی باقی ہے۔

جیوری۔ (یک زبان) ملزم مجرم ہے۔ مجرم ہے۔

جج۔ بیٹھ جائیے۔ ابھی نہیں ہمیں، اس بدمعاش کے ساتھ انصاف کرنا ہے۔ اس لیئے اگر ملزم کے مشیر قانونی کے پاس کوئی مدافعت ہے تو اسے بھی سن لینا چاہیئے۔

ملزم کا وکیل۔ محترم جج اور جیوری کی خواتین!

میں ملزم کی مدافعت میں کچھ نہیں کہنا چاہتی۔ کیونکہ سرکاری وکیل نے مجھے یقین دلا دیا ہے کہ میرا موکل مجرم ہے۔ اب میں اسے آپ کے انصاف پر چھوڑتی ہوں۔

جج (ملزم سے) کھڑے ہو جاؤ۔

(ملزم کھڑا ہو جاتا ہے)

اے شیطان مجسم دوزخ کے پھوڑے! تمہارا مقدمہ ان بارہ نیک خواتین کے سامنے پیش کیا گیا۔ جو تمہیں مجرم قرار دیتی ہیں۔ کیا تم اپنی بریت میں کچھ کہنا چاہتے ہو؟

ملزم۔ مجھے کچھ نہیں کہنا۔ میں سرکاری وکیل کے بیان کردہ جرائم کا مرتکب ہوا ہوں۔ اور ان جرائم کے ارتکاب کے لئے میرے پاس کوئی عذر نی دلیل نہیں۔ سوائے اس کے کہ مجھے مقتولوں سے نفرت

نعمی۔ میں نے غریب خانہ کی صندوقچی بھی توڑی، اور یتیم خانہ کی عمارت بھی جلادی۔ جو کچھ میرے خلاف کہا گیا وہ صحیح ہے لیکن اب صرف ایک بات رہ گئی ہے۔ جو میں بیان کرنا چاہتا ہوں ؟

جج۔ وہ کیا ؟

قیدی۔ (بلند آواز سے) میری محترم جج صاحبہ اور محترم خواتین میری" میری بیوی ..... میں چند دنوں میں ایک بچہ کا باپ بننے والا ہوں۔

[جیوری میں اضطراب پھیل جاتا ہے۔ جج صاحبہ زور زور سے رونے لگتی ہیں]۔

جیوری۔ (یک زبان ہو کر) بے گناہ بے گناہ ہے۔ [جیوری اور جج کرسیوں سے اترتے ہیں۔ دوڑ کر مجرم سے ہاتھ ملاتے ہیں۔ اور اسے اپنے کندھوں پہ اٹھا کر لے چلتے ہیں]۔

ختم شد

(حکیم محمد یوسف حسن پرنٹر پبلشر نے دین محمدی پریس لاہور میں چھپوا کر نیرنگ خیال بکڈپو فلیمنگ روڈ لاہور سے شائع کیا۔)